

پاگل آنکھوں والی

”دنیا بھر کی سستی کام چوری اور کاہلی میری لڑکی پر ختم ہے۔“

امی کی اونٹنک ٹرانسمیشن کا آغاز خلاف توقع آج جلدی ہو گیا تھا۔ اس نے ڈھٹائی کی اعلیٰ روایات قائم کرتے ہوئے انہیں نظر انداز کر کے لئے رہنے کی کوشش کی مگر آج امی فارم میں تھیں اور مسلسل اس کی مدح سرائی فرما رہی تھیں اسے اٹھنا ہی بڑا مگر یہ اٹھنا عام اٹھنا نہیں تھا۔ اپنے کمرے کے دروازے کو اچھی طرح پیچ کر وہ باہر آئی تھی۔

”چار کھٹے پہلے تو آپ کا فرمان تھا کہ دنیا بھر کی سستی کام چوری اور کاہلی مجھ سے شروع ہوتی ہے اور چار کھٹے کے اندر اندر یہ مجھ پر ختم ہونا شروع ہو گئیں“

بندے کو اپنی زبان پر تو قائم رہنا چاہیے۔ اس نے صحن میں آتے ہی بیان داغا تھا اور پھر برآمدے کے واش بیسن کے سامنے کھڑے ہو کر چہرے پر پانی کے چھینٹے مارنے لگی، امی صحن میں تخت پر بیٹھی سبزی بتا رہی تھیں۔

”زبان دیکھی ہے قینچی کی طرح چلتی ہے۔“ انہوں نے اس کی بات پر آگ بگولہ ہوتے ہوئے کہا تھا۔

”نہیں میں نے تو زبان کو قینچی کی طرح چلتے ہوئے نہیں دیکھا آپ ایسا کریں کہ یہ سین ریکارڈ کروا کے نیلام گھر میں بچھوا دیں کیونکہ آپ اکثر میری زبان کو قینچی کی طرح چلتے ہوئے دیکھتی ہیں۔“

اس نے آج بد تمیزی کے سارے ریکارڈ توڑنے کا ارادہ کیا ہوا تھا۔

”میں اولاد سے تو لے اولاد ہونا چھا۔“

ہوئیں بن کر اللہ کا شکر ہے کہ تم سدا نہیں رہو گی یہاں انہوں نے ہی راج کرنا ہے یہاں۔“

”تو بس پھر جھگڑا کس بات کا ہے مجھ سے سڑتیں کر جان چھوٹ ہی جاتی ہے۔ آپ تو مجھی نہ لکھیں ورنہ کہیں لوگوں کی لڑکیوں کی لڑکیوں کے قصیدے پھر آپ انہی لڑکیوں کی لڑکیوں کی لڑکیوں کے قصیدے دے دیتے لوگوں کی لڑکیاں کوئی اتنی فرمانبردار اور کھیت۔“

تو لیے سے چہرہ خشک کرتے ہوئے ان کی طرف دیکھے بغیر اس نے تبصرہ کیا تھا۔ امی نے اس کے تبصرے کو نظر انداز کرتے ہوئے حسب معمول لوگوں کی لڑکیوں کے قصیدے پڑھنا شروع کیے۔

”لوگوں کی لڑکیوں کو دیکھو کیا فرمانبردار اور تابعدار ہوتی ہیں ماں کو پیر زمین سے اتارنے نہیں دیتیں کہ آخر ہم کس لیے ہیں۔“

بھی مجال ہے۔۔۔ وہاں کے جھڑکنے راف بھی کر جائیں مائیں سو جوتے بھی ماریں تو بس کرکھاتی ہیں۔ ہر کام میں ہر فن مولا ہوتی ہیں ایک کا ادب لحاظ کرتی ہیں۔ مجال ہے جو کبھی کسی کو تکلیف پہنچائیں یا کسی سے اونچی آواز میں بات کریں جائیں۔

گھر کو آئینے کی طرح چکا کر رکھا ہوتا ہے کہ دیکھنے والا عشق کر اٹھتا ہے اور مجال ہے کبھی وقت ہے وقت سوئیں صبح فجر کی اذان کے ساتھ بیدار ہوتی ہیں اور عشا کی نماز پڑھتے ہی سو جاتی ہیں۔“

امی کے کسی ناویدہ تصور انی مخلوق کے بارے میں قصیدوں نے اس پر الٹا اثر کیا تھا۔

”آپ ایسا کریں امی کہ لوگوں کی لڑکیاں لے آئیں تاکہ میری تو جان چھوٹے اس روز روز کی تکرار سے۔“ اس نے بڑی سنجیدگی سے مشورہ دیا تھا۔

امی اپنے قصیدے کو بے اثر جاتا دیکھ کر بھرپور اٹھی تھیں۔

”لوگوں کی لڑکیوں نے ہی آتا ہے یہاں میری



کی تیاریاں ہو سکتی ہیں سے اونچی آواز میں بات کریں کی، آتی ہوگی تو کسی نہیں آتا تو کسی کو اپنی بات کہے سمجھائیں کہ لانا بھی اس نے تو جواب میں تقریر کر دی تھی۔ اسی خون کا ٹھونٹ لی کر آلو کاٹنے پر اکتفا کیا اسے کچھ اور کہہ کر وہ مزید کوئی تقریر نہ کرنا چاہ رہی تھیں۔ وہ تو لیسے سے منہ پوچھ کر دوبارہ صحن میں آگئی تھی صحن میں کھڑے ہو کر چھت کی طرف منہ کر کے اس نے زور سے آواز لگائی تھی۔

”عاصم... عاصم“

تیسری منزل سے اس کے بھائی کی گردن نمودار ہوئی تھی۔

”ہاں باجی کیا بات ہے“

”اے بات کے نیچے نیچے آؤ منٹ میں نیچے آؤ۔“

”جھا اچھی آتا ہوں۔“ عاصم یہ کہہ کر منڈیر سے ہٹ گیا تھا۔ ایک منٹ صحن میں کھل کر انتظار کرنے کے بعد وہ دوبارہ چلائی تھی۔

”عاصم او عاصم“ اس دفعہ پھر بھائی منڈیر پر آیا تھا اس سے پوچھ کر وہ کچھ کہتا وہ دھاڑی تھی۔

”تم نیچے تشریف لاتے ہو یا میں اوپر آؤں۔“

”میں میں ہی تشریف لے آتا ہوں۔“ وہ اس کے چہرے کے تاثرات سے ہی بہت کچھ سمجھ گیا تھا اور اگلے دو منٹ میں ہانپا کانپتا سیرھیاں طے کرنا وہ نیچے اس کے سامنے تھا۔

”جی باجی کیا کام ہے“

”یہ پانی پلاؤ مجھے۔“ اس نے برآمدے میں رکھے کولر کی طرف اشارہ کیا تھا۔ اس کے دس سالہ بھائی نے اسے ملامت بھری نظروں سے دیکھا تھا۔

”مجھے اتنی دور سے پانی پلانے کے لیے بلوایا حالانکہ کولر سامنے پر تھا۔ خود ہی لیتیں۔“

اس نے کولر کی طرف جاتے ہوئے ماں سے شکوہ کیا تھا۔

”ہاں بڑی دور تھے تم کو قاف میں بیٹھے تھے۔ پہلی کاپڑ میں بیٹھ کر آٹھ گھنٹے میں پہنچے ہو یہاں، چنگیس اڑانے میں بڑا دل لگتا ہے تمہارا جس کو ایک گلاس

بہر حال ڈائجسٹوں کا ایک ڈھیر اس نے جمع کیا ہوا تھا اور ہر ڈائجسٹ کے اوپر اس نے بڑے پیار سے اخبار چڑھایا ہوا تھا۔

ایک شوق اسے کھانے کا بھی تھا اور وہ ہر چیز کھا جاتا کرتی تھی جو کھانے کے قابل ہوتی تھی مسئلہ صرف کھانے کا ہوتا تو پھر بھی ٹھیک تھا مگر بات اس سے بھی بڑھ چکی تھی اس کے کھانے کی کوئی حد ہی نہیں تھی جو چیز وہ کھانے پر آتی بس کھاتی ہی چلی جاتی چاہے وہ ٹافیاں ہوں یا بسکٹ۔

بات صرف ان چیزوں کے شوق تک رہتی تو شاید سب کچھ ٹھیک ہی رہتا مگر آج کل اسے جو شوق ہوا تھا وہ نہ صرف نیا تھا بلکہ بے حد خطرناک بھی۔

”میں نے تمہیں کہہ دیا تھا چاہے جو کچھ بھی ہو بس یہ کام تو مجھے کرنا ہی ہے۔“

کلج لان میں درخت کے نیچے اپنی چاروں دوستوں کے سامنے اس نے اعلان کیا تھا۔

”ہاں ہاں ٹھیک ہے کرنا ضرور کرنا ہم کب منع کر رہے ہیں مگر کچھ ممبر اور حوصلے سے کام لو ایسے کام جلد بازی میں خراب ہو جاتے ہیں۔“

”جیسے کوئی جلد بازی نہیں ہے مگر کچھ آغاز تو ہو ابھی تک معاملہ جوں کا توں ہے۔“

”اب ہم کیا کریں جو حربے ہمیں معلوم تھے وہ ہم نے تمہیں بتائے اب ان دلی فائدہ نہیں ہو تو ہم کیا کریں۔“

اس کی دو سری دوست سارہ نے منہ پر ہاتھ رکھ کر جہاں روکتے ہوئے کہا۔

”کوئی تیرے آرام سے تم نے کہہ دیا کہ ہم کیا کریں دوست کیا تم جیسے ہوتے ہیں کہ ضرورت پڑنے پر ہاتھ جھاڑ کر کھڑے ہو جاتے ہیں کہ ہم کیا کریں آخر تمہاری مدد کے بغیر میں اپنی خواہش پوری کیسے کر سکتی ہوں۔“

”مجھے تو یہ سمجھ میں نہیں آتا کہ تمہیں اتنی گھٹیا خواہش پالنے کی ضرورت کیا تھی آگے کم۔ شوق پال

* ☆ * ☆ *

اور گھر جاتے ہی وہ اسٹور میں گھس گئی تھی۔ وہ پہرے سے لے کر رات کے بارہ بجے تک وہ سالوں میں سے ڈھونڈ ڈھونڈ کر لوہے کے آئینہ یا زکالی برائیاں دیکھنے کا کالج میں وہ چاروں دوستیں پھر درخت کے نیچے جمع ہوئیں۔

”میں نے یہ آئینہ یا زکالی لے لیے ہیں تم لوگ ذرا دیکھو تو سہی نہیں اور پھر مجھے بتاؤ کہ کس ترتیب سے انہیں ڈرائی کرنا ہے۔“

اس نے زکالی ان کے سامنے بڑھادی وہ چاروں بڑی دلچسپی سے زکالی پر جھک گئیں۔

”ایک کہ نہتہ عبداللہ کے افسانے والا آئینہ ٹھیک ہے۔ کسی بھی خوب صورت گھر میں گھس جانے والا ماڈل ٹاؤن کا ایک چکر لگانا پڑے گا گھر سلکٹ کرنے کے لیے مگر یہ آئینہ بہت اچھا ہے۔ پہلے نمبر پر تو اسے ہی رکھ لو۔“ فرزانہ نے پین سے نمبرنگ کا آغاز کیا اور پھر انہوں نے مل کر پانچ بہترین آئینہ یا زکالی کا انتخاب کیا تھا۔

”میرے خیال میں فی الحال اتنے کافی ہیں ان میں سے کوئی نہ کوئی تو کم آئے گا ہی اور اگر یہ سب بے کار رہے تو پھر مزید کے بڑے میں سوچا جائے گا۔“ شازیہ نے زکالی بند کرتے ہوئے کہا تھا۔

”اب تم یہ بتاؤ کہ تم نے کہیں اپنے گھر سے کالج تک کے راستے میں کوئی ایسا گھر دیکھا ہے جو بہت خوب صورت ہو۔“ فرزانہ نے اس سے پوچھا۔ اس نے سر کو تھوڑا سا ہلکا کر کہا۔

”نہیں توہتا ہے میں وین پر کالج آتی ہوں اور وین میں بالکل آگے کوئے میں بیٹھتی ہوں اور وین میں اتار دیا ہوتا ہے کہ باہر کا کوئی نظارہ نظر ہی نہیں آتا ویسے میرا خیال ہے کہ راستے میں ایسا کوئی گھر ہے بھی نہیں جو مجھے اپنے خوابوں کا گھر لگے۔“

”تمہارے گھر کے قریب جو ارمیں بھی ایسا کوئی گھر نہیں۔“ فرزانہ نے تھوڑا مایوس ہو کر کہا تھا۔ ”نہتہ نے سر نفی میں ہلا دیا۔“

”اس کا مطلب ہے ہمیں ماڈل ٹاؤن جانا ہی پڑے

گا۔“ اس بار شازیہ نے کہا تھا۔

اور پھر ایک دن پانچوں دوستیں کالج کے بعد گھر جانے کی بجائے ماڈل ٹاؤن کی طرف روانہ ہو گئیں۔ ماڈل ٹاؤن ڈی بلاک کے سامنے ویکن کے اسٹاپ پر ویکن سے اترنے کے بعد انہوں نے پیدل اپنے سفر کا آغاز کیا تھا۔ ہر گھر کو بڑے غور سے دیکھتے ہوئے وہ بلاک کا چکر لگا رہی تھیں۔

”یار مجھے تو ہر گھر ہی پسند آ رہا ہے۔ مجھ سے تو فیصلہ ہی نہیں ہو رہا کہ کون سا گھر ٹھیک رہے گا۔“ ثنائی نے اپنا مسئلہ بتایا تھا۔

”ٹھیک ہے پھر تم ایسا کرو کہ ہر گھر میں باری باری جاؤ جہاں کوئی الو پھس جائے بس سمجھ لیتا وہی تمہارا مستقبل کا سسرال ہے۔“ سارہ نے اپنی طرف سے انتہائی دانش مندانہ مشورہ دیا تھا مگر پوری باتن نے اسے ملامتی نظروں سے دیکھا۔

”یہ صرف مشورہ تھا بھی۔“ سارہ نے ان کی نظروں سے گھبرا کر اپنی صفائی پیش کی۔

”تم ایسے مشورے اپنے پاس ہی رکھو۔“ ثنائی نے تضحیک کر کے کہا۔

”ثنائیہ گھر اچھا ہے وائٹ ماربل کا ہے اس رائٹر نے بھی کچھ اسی قسم کا گھر بتایا تھا۔“

فرزانہ اچانک ایک گھر کے سامنے ٹھک گئی تھی۔ اس نے رائٹر کا ذکر ایسے کیا تھا جیسے انہوں نے خود اسے گھر کا پتا لکھ کر دیا تھا اس تاکید کے ساتھ کہ بھی وہاں ضرور جانا۔

”ہاں گھر تو ویسا ہی ہے۔“ ثنائی نے محتاط انداز میں پر نظر ڈالی تھی وہ سب اس کو ٹھکی کا جائزہ اس طرح لے رہی تھیں جیسے وہاں ڈاکا ڈالنا ہو۔

”تو پھر کیا خیال ہے۔“ سارہ نے پوچھا تھا۔

”ہاں بس یہی ٹھیک ہے۔“ ثنائی نے حتی انداز میں کہا۔

”تو بس ٹھیک ہے تم اور سارہ اندر چلے جاؤ ہم آگے کا ایک چکر لگا کر آتے ہیں۔“ فرزانہ نے کہا تھا۔

”ٹھیک ہے مگر زیادہ دور مت جانا۔“ سارہ نے انہیں تاکید کی۔

”نہیں بھی اسی سڑک پر رہیں گے اور جو تا ایک بار چیک کر لو اور شاید تمہاری شلواری کے پانچے اڑھویوں سے بھی نیچے لٹک رہے ہیں۔“ بھاگتے ہوئے تو یہ جوتوں کے نیچے آئیں گے اور تم گھر بھی سکتی ہو۔ اس لیے شلواری کو تھوڑا اور اوپر کرو بلکہ ٹخنوں سے اوپر ہو تو زیادہ بہتر ہے جیسے سارہ کی ہے بالوں میں ذرا برش پھیر لو اور لب اسٹک بھی ذرا دوبارہ لگا لو۔“ ثنائی نے فرزانہ کی ہدایات پر عمل شروع کر دیا۔

وہ پہرے کے دو بجے اس ویران سڑک پر شازیہ نے سو وہ بڑی آزاد گلیں۔ رائٹر پر چھڑکا اور اس سے ہٹ کر برکس اور لب اسٹک لے کر ایک میں رکھ لیں۔

”یاد رکھنا کہ اسے آواز سننے ہی دونوں بھاگ کر باہر آجائے۔ انتظار مت کرنا کہ اس کی شکل نظر آئے تو ہی بھاگنے کی کوشش کرو تم لوگوں کو کتے کی رفتار کا کوئی اندازہ نہیں ہے نہ ہی اس کے ساتھ بھاگنے کی پریکٹس ہے اور نہ ہی اس سے کوئی رشتہ داری ہے۔ اس نے بہترین راستہ قرار ہے اور وہ باہر آگیا تو پھر صرف لوگوں کے لیے ہی نہیں ہمارے لیے بھی مسئلہ ہے۔“

یعنی کسی جنگی کمانڈر کی طرح انہیں کتے کی طرح سمجھائی تھی۔

”تم فکر نہ کرو اب ہم اتنے بھی بے وقوف نہیں ہیں۔“ ثنائی نے اسے تسلی دی تھی۔

”بس پھر ٹھیک ہے ہو جاؤ روانہ۔“ شازیہ نے انہیں کہا تھا اور وہ خود تینوں ان کی طرف ہاتھ ہلاتے ہوئے آگے نکل گئی تھیں۔

وہ دونوں ٹھکنے کے انداز میں آگے بڑھیں اور گیٹ کھول کر اندر داخل ہو گئیں۔ بڑے محتاط انداز میں انہوں نے ادھر ادھر نگاہ ڈالی تھی وسیع و عریض لان میں دور دور تک انہیں کوئی نظر نہیں آیا۔

”کیا لان ہے یا رہا؟“ سارہ نے بے اختیار داد دی تھی۔ ثنائی اس کی بات پر بڑے فخریہ انداز میں مسکرائی تھی جیسے سارا کمال اس کا ہو۔

”کوئی کتا وغیرہ بھی نظر نہیں آ رہا۔“ سارہ نے ادھر ادھر دیکھ کر کہا تھا۔

”ب کپڑیں؟“ اندر چلے جائیں یا نہیں رہیں۔“

”یہاں گرتے ہیں ذرا پیچھے سے بھی ہو کر آؤ۔“

ذرا دیکھیں تو کسی پیچھے بھی لان نہ آئے۔

”ہے۔“ ثنائی لان میں داخل ہوئے۔

پیروی کی۔ لان میں بڑے بڑے گھر دو نور نہیں پہنچ گئیں اور نیچے ہی دونوں کدو ایک ساتھ بیٹھے تھے لان کے بالکل وسط میں ایک بڑا شیشو کے نیچے ایک عدد سونمنگ پول تھا اور سونمنگ پول کے پاس رکھے ہوئے اسیر نو بلند آواز میں Tina Turner کا ہکا بڑ بجا رہے تھے سونمنگ پول کے پاس ایک نیل اور کھوس کا ایک گلاس بڑا تھا اور کچھ کھشیں مگر اس چیز نے انہیں ساکت کیا تھا وہ ہاتھ گاؤں پہنتا ہوا ایک مرد تھا وہ ابھی ابھی سونمنگ پول سے برآمد ہوا تھا اور ہاتھ گاؤں پہن کر اس نے دونوں ہاتھوں سے بال ماتھے سے ہٹائے تھے پھر وہ جوس کا گلاس لے کر چیر بریڈھ گیا تھا۔

وہ بلاشبہ بے حد خوب صورت تھا کم از کم انہوں نے آج تک اس جیسا بندہ نہیں دیکھا تھا وہ چھ فٹ سے بھی نکلتے ہوئے قد کا مالک تھا اور بہت Chirelled Features کا مالک تھا رنگت سے وہ کوئی انگریز نظر آتا تھا مگر اس کے ڈارک بلیک بال اس کی نفی کر رہے تھے جوس پیتے ہوئے وہ میوزک کے ردیم پر ایک پیر سے فلور کو Tap کر رہا تھا اس کا رخ انہیں کی طرف تھا مگر اس نے ابھی تک انہیں نہیں دیکھا تھا۔

”بہت خوش قسمت ہے تو شاید بہت خوش قسمت ہے۔“ ایک طویل خاموشی کو سارہ نے توڑا تھا۔

”چلو آگے چلتے ہیں اس کے پاس۔“ ثنائی نے اسے جواب دینے کی بجائے مشورہ دیا تھا۔ دھڑکتے دل کے ساتھ انہوں نے اس کی طرف جانا شروع کیا تھا لیکن صرف دو ہی قدم اٹھائے تھے کہ اس کی نظر ان پر پڑ گئی تھی۔ اتنی دور سے بھی انہیں اس کے ماتھے پر پڑنے والے بل صاف نظر آئے تھے۔ انہوں نے آگے

بڑھنا بند کر دیا۔

اس نے جوس کا گلاس میز پر رکھا اور کراسیرو
آف کی طرف بڑھنے لگا ان کی بغض اور دل
کی دھڑکن بڑھ گئی۔ وہ ان کے سامنے آکر رک
ان امریکن لہجہ میں۔ انگلش میں اس نے

it. But at present you are
doing just the other way round
بڑے جیسے انداز میں ابدا چکاتے ہوئے اس نے کہا
تھا مٹا کا پورا منصوبہ یکدم پانی میں غرق ہو گیا تھا۔

"Now see I know this is a
nice house but this colony
is full of such houses anything
don't think about my house. Alright.
Do remember that this is not
Taj Mahal or Shalimar Garden
which you could visit as
often as you wish. This is
my house not a public place
so don't come here again.
I hate girls doing such
disgusting
things as you have done.

Now Please move out"

اس بندے نے بہت ٹھہر ٹھہر کر کہا شاید اسے ان
کی انگلش کی قابلیت کا اندازہ ہو گیا تھا لیکن انگلش میں
ہی انہیں جو کچھ کہا تھا وہ حرف بحرف انہیں سمجھ آ گیا
تھا۔ صرف دیکھ دینے کی کسر چھوڑی تھی اس نے ان
دونوں میں اگر شرم ہوئی تو اسی سونٹنگ بول میں کوہر
جان دے دیتیں جس سے وہ کچھ دیر پہلے غلطیوں ہوا تھا
مگر اس نایاب چیز سے وہ اسی طرح محروم تھیں جس
طرح ہمارے سیاست دان۔

جیسے قدموں کے ساتھ لٹکے ہوئے چہرے لے
اس گھر سے باہر آئی تھیں۔
"اس شخص سے کبھی دعائیں نہیں کرنا چاہیے
جسے اردو نہ آتی ہو۔" سلا نے باہر آتے ہی فرمایا تھا۔

"are you and
how did you come in-
اس کی انگلش سن کر ان دونوں کے اوسن خطا ہو
گئے تھے سوال مشکل نہیں تھا مگر اچانک کیا کہہ رہا تھا۔
"اس رائٹر کے افسانے میں تو ایسا نہیں ہوتا۔" سلا
نے مدغم سی سرگوشی کی تھی۔

"مگر یہاں ہو رہا ہے۔ اسے اردو میں ہی جواب
یہ نہ ہو کہ تمہاری انگلش سن کر وہ مزید کوئی سوال
دے وہ بھی انگلش میں۔" اتنی ہی مدغم سرگوشی میں
سارہ نے اسے جواب دیا تھا وہ ان سے کچھ فاصلے پر کھڑا
انہیں گھورتا ہوا جواب کا انتظار کر رہا تھا۔

"میں نہ ہوں اور یہ سارہ ہے ہم یہاں سے گزر
رہے تھے آپ کا گھر بہت اچھا لگا تو اندر دیکھنے چلے
آئے میں آپ کو جگہ کہہ رہی ہوں میں نے آج تک
ایسا گھر نہیں دیکھا۔"

"Is it my fault?"
ٹٹا کو اس کا جملہ سن کر جھکا لگا تھا چند لمحوں کے لیے
وہ تادم سی ہوئی مگر پھر اس نے رات کو تین گھنٹے لگا کر یاد
تک کیے جانے والے ڈانٹ لڑبڑوں نے شروع کیے
"میں سچ کہہ رہی ہوں آپ کو شاید یقین نہیں آ رہا
حسن و خوب صورتی کا ایسا شاہکار آج تک میری نگاہ
سے نہیں گزرا یہ خوب صورتی اور نفاست اس گھر کے
باسیوں کے اعلیٰ ذوق کی ترجمانی کر رہی ہے۔"

"Please what ever you want to
say, say it in simple words
so that I could understand

"شاید اس نے بھی تمہارے ہی قول پر عمل کیا ہے
بس اردو کی بجائے انگلش سمجھ کر۔" سلا نے اس کے
طنز کو نظر انداز کرتے ہوئے کہا۔

"مجھے تو وہ شخص پہلی نظر میں ہی اچھا نہیں لگا تھا
شرم جاتا تو اسے چھو کر نہیں گزری ذرا لحاظ نہیں آیا
کہ وہ مشرقی لڑکیاں سامنے کھڑی ہیں تو ہاتھ گاؤں ہی
اچھی طرح بند کر لے پر کہاں کتنی دیدہ دلیری سے
سامنے آکر کھڑا ہو گیا تھا۔ تمہیں تو پتا ہے میں کس قدر
مذہبی اور مشرقی رکھ رکھاؤ والی لڑکی ہوں۔ میرا تو ویسے
بھی ایسے بندے کے ساتھ گزارا ہی نہیں ہو سکتا اور
پھر دیکھو کہ ذرا موت نہیں تھی چلو ہم تو کسی اور مقصد
کے ساتھ گئے تھے مگر یہ بھی ہو سکتا ہے کہ کسی کو مدد کی
ضرورت ہی پڑ جائے اور وہ اندر چلا جائے اسے تو اتنا
لحاظ بھی نہیں آیا کہ بیٹھنے کی آفر ہی کر دیتا۔"

سارہ کان لپیٹے اس کے شکوؤں کی بیاض سن رہی
تھی ان کی بانی دو تھیں جو سڑک سے کچھ فاصلے پر چل
قدی فرما رہی تھیں انہیں دیکھ کر پاس آگئیں مگر آفرین
ہے ان کی دوستی پر کہ پورا ماجرا سننے کے بعد انہوں نے
کہا۔

"چلو کوئی بات نہیں دفع کرو بہت گھر ہیں یہاں
کسیں اور زانی کرتے ہیں۔"

ایک دفعہ پھر انہوں نے اسے سفر کا آغاز کیا۔
"ایک تو میری سمجھ میں ہے تمہیں آتا کہ لوگ اپنے
گھروں کے اس طرح کے نام کیوں رکھتے ہیں۔"
سارہ نے ایک گھر پر لگی ضمیر ہاؤس کی تم پلٹ دیکھ
کر کہا تھا۔

"کیوں بھی اس نام کو کیا ہو گیا ہے۔" فرزانہ نے
کہا تھا۔

"نہیں یہ اگر ضمیر ہاؤس ہے تو کیا اس کا لونے کے باقی
ہاؤس بے ضمیر ہاؤس ہیں۔"

اس کی دوستیں اس کی بات پر کھلکھلائی تھیں مگر
سلا نے ایک ٹھنڈی آہ بھر کر کہا۔

"کم از کم ایک گھر نے تو یہی ثابت کیا ہے۔"
"مثالیہ گھر اچھا ہے یہاں زانی کرو۔"
یعنی نے ایک طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا تھا۔

"ہاں اچھا تو ہے چلو دیکھتے ہیں۔" پھر ضروری
تاری کے بعد سلا ایک بار پھر سارہ کے ساتھ اس گھر کا
حیث کھول کر اندر داخل ہوئی تھی اور اندر داخل
ہوتے ہی اس نے پورج میں ایک نوجوان کو موٹر
سائیکل دھوتے دیکھا تھا۔

"مشکل اچھی ہے اس کی ڈانٹ لاگ دہرائے ایک
بار ذہن میں۔"

سارہ نے سرگوشی کی تھی۔ بانی کو پانی والے
پائپ سے دھوتے دھوتے اس نوجوان نے اچانک نظر
اٹھائی تھی اور ان دونوں کو دیکھ کر اس نے پائپ زمین پر
پھینک دیا۔ شرٹ کی آستینیں سیدھی کرتے ہوئے
وہ ان کی طرف آنے لگا۔

"کانی یا جیا نوجوان ہے۔" سارہ نے ایک بار پھر
سرگوشی کی تھی۔

"جی آپ کون ہیں۔" اس نے قریب آکر پوچھا
تھا۔

"اصل میں ہم لوگ یہاں سے گزر رہے تھے۔
آپ کا گھر اچھا لگا تو اندر چلے آئے دیکھنے کے لیے مجھے
خوب صورت گھر دیکھنے کا بہت شوق ہے۔"

سلا نے روانی سے کہا تھا وہ اس کی بات پر مسکرایا
تھا۔

"اچھا شوق ہے لیکن ہمارا گھر اتنا بھی خوب
صورت نہیں ہے۔ خیر آپ آئی ہیں تو ضرور دیکھ
لیں۔" اس نوجوان نے بڑے خلوص سے کہا تھا۔

"آجائیں۔" یہ کہہ کر وہ اندر کی طرف مڑ گیا۔ ان
دونوں نے ایک دوسرے کو مسکرا کر دیکھا اور پھر اس
کے پیچھے چل پڑیں۔

"آپ کا نام کیا ہے؟" سلا نے منصوبے کے
دوسرے حصے پر عمل شروع کیا تھا۔

"میرا نام عادل ہے۔" اس نے مڑ کر بڑے مودب
انداز میں جواب دیا۔

"آپ کا نام کیا ہے؟"
"میرا نام سلا ہے اور ان کا نام سارہ ہے ہم دونوں
مگر بچویشن کر رہی ہیں۔"

"میں بی کام کر رہا ہوں۔" سلا نے کا دروازہ کھولتے

ہوئے اس نے کہا تھا۔ وہ دونوں اس کے پیچھے پیچھے اندر داخل ہو گئے۔

”میں آپ کو اپنی امی سے ملواتا ہوں کیونکہ اس وقت گھر میں صرف وہی ہیں۔“

”کیوں باقی سب لوگ کہاں ہیں۔“ ثناء نے دل ہی دل میں خوش ہوتے ہوئے کہا۔

”میری بس تین بہنیں ہیں اور وہ تینوں شاپنگ پر گئی ہیں اور ابو امریکا میں ہوتے ہیں۔“ اس کے اگلوتے ہونے کا سن کر ثناء کا سیروں خون برہہ گیا تھا۔ اور جب وہ اس کی امی سے ملی تو اسے اپنی منزل اور قریب لگنے لگی وہ اتنی خوش اخلاقی اور محبت سے ملی تھیں جیسے برسوں سے انہیں جانتی ہوں۔

عادل انہیں ساتھ لے کر پورا گھر گھماتا رہا اور ثناء نے تعریفوں کے اگلے پچھلے سارے ریکارڈ توڑ دیے۔ وہ بھی ثناء کی طرح خاصا باتنی تھا اور اس کا سارا دھیان بھی ثناء کی طرف ہی تھا جب وہ پورا گھر دیکھ چکیں تو عادل کی امی چائے تیار کر چکی تھیں ان کے انکار کے باوجود انہوں نے اصرار کر کے انہیں چائے پلائی۔

”آئندہ بھی اپنی دوست سے ملنے آنا تو ہمارے یہاں ضرور آنا۔“ انہوں نے خاص طور پر تاکید کی تھی۔

پھر جب وہ عادل کے ساتھ جانے کے لیے لاؤنج سے باہر نکلیں تو ثناء بے تحاشا خوش تھی اس کا دل اس رائٹر قریبان جانے کو چاہ رہا تھا جس کے آئیڈیے نے اس کا مستقبل سنوار دیا تھا وہ عادل کے ساتھ گیت کی طرف جاتے جاتے خیالوں میں بہت دور نکل گئی تھی۔

عادل نے ان کے لیے گیت کھولا تھا اور کہا تھا۔

”پاجی آپ پھر کب آئیں گی؟“ ثناء نے سٹا کر سارہ کو دیکھا۔ اس کے یوں کہنے کی محنت ایک بار پھر عادت ہوئی نظر آرہی تھی۔

”بیمائیں ناباجی۔“ عادل نے پھر اصرار کیا تھا۔

”میرا غرق تیرا مردود۔“ اس کی بڑبڑاہٹ صرف سارہ کو سنائی دی تھی اور اس نے اس کی ترجمانی کے فرائض سنبھالتے ہوئے اس کے الفاظ کی ٹرانسلیشن کی۔

”جب خدا ادھر لایا تو ضرور آئیں گے اور خدا جلد ہی لائے گا۔ خدا حافظ۔“

یہ کہہ کر وہ ثناء کا بازو پکڑ کر باہر نکل آئی تھی۔ اپنے پیچھے انہوں نے گیت بند کرنے کی کواز سنی۔

”شرم نہیں آئی اسے مجھے باقی کہتے ہوئے تین بہنیں کم ہیں اسے جو ابھی اور باجیوں کی تلاش ہے۔ تین گھنٹے اس کی بجواس سن کر سردکھ گیا ہے اور یہ خبیث کہہ رہا ہے باجی پھر کب آئیں گی۔“

”اس رائٹر کے افسانے میں ایسا بھی نہیں ہوا ہوگا۔“

سارہ نے اپنی ہنسی دباتے ہوئے پوچھا۔

”آج کے مردوں کو خواتین سے بات کرنے کی تمیز ہی نہیں ہے۔“

ثناء نے آخری نتیجہ یہ ہی اخذ کیا تھا۔ ان کے چہرے کے تاثرات دیکھ کر ان کی دوستوں کو کچھ کے بغیر ہی سب کچھ بتا چل گیا۔

”ایک آخری مرتبہ اور ٹرائی کر لیتے ہیں بس پھر کوئی اور آئیڈیا استعمال کریں گے۔“

یعنی نے اس کی ہمت دوبارہ سے بندھائی۔

”لیکن اس بار گھر کا انتخاب سوچ سمجھ کر کرنا ہے۔“ ثناء نے بڑے انداز کے ساتھ کہا تھا۔ پھر ایک سڑک پر انہیں چند بہت خوبصورت گھریاں پاس نظر آئے۔ وہ انہیں اچھی طرح سے دیکھنے کے لیے دو تین بار چل قدمی کے انداز میں ان گھروں کے سامنے سے گزریں اور جب چوتھی بار وہ ایک آخری نظر ڈالنے کے لیے دوبارہ واپس مڑیں۔ تو کمانڈو کے لباس میں ملبوس اسٹین گن کدھے برٹکائے ساڑھے چھ فٹ کا ایک گیت کپیران کا خطر تھا۔ قریب آنے پر اس نے کہا تھا۔

”میں بہت دیر سے تم لوگوں کو دیکھ رہا ہوں۔ کبھی تم ادھر جاتی ہے کبھی تم ادھر جاتی ہے کبھی تم گیت کے سامنے کھڑی ہو جاتی ہے۔ آخر تم کیا چاہتی ہے۔“

اس نے اپنے مخصوص انداز میں کہا تھا۔ ثناء کو بھڑکنے میں بس ایک منٹ لگا۔ کہیں نہ کہیں تو اسے غصہ اتارنا ہی تھا۔ اس نے بلند آواز میں اس پٹھان

”تم بہت دیر سے تم لوگوں کو دیکھ رہا ہوں۔ کبھی تم ادھر جاتی ہے کبھی تم ادھر جاتی ہے کبھی تم گیت کے سامنے کھڑی ہو جاتی ہے۔ آخر تم کیا چاہتی ہے۔“

اس نے اپنے مخصوص انداز میں کہا تھا۔ ثناء کو بھڑکنے میں بس ایک منٹ لگا۔ کہیں نہ کہیں تو اسے غصہ اتارنا ہی تھا۔ اس نے بلند آواز میں اس پٹھان

”تم بہت دیر سے تم لوگوں کو دیکھ رہا ہوں۔ کبھی تم ادھر جاتی ہے کبھی تم ادھر جاتی ہے کبھی تم گیت کے سامنے کھڑی ہو جاتی ہے۔ آخر تم کیا چاہتی ہے۔“

اس نے اپنے مخصوص انداز میں کہا تھا۔ ثناء کو بھڑکنے میں بس ایک منٹ لگا۔ کہیں نہ کہیں تو اسے غصہ اتارنا ہی تھا۔ اس نے بلند آواز میں اس پٹھان

”تم بہت دیر سے تم لوگوں کو دیکھ رہا ہوں۔ کبھی تم ادھر جاتی ہے کبھی تم ادھر جاتی ہے کبھی تم گیت کے سامنے کھڑی ہو جاتی ہے۔ آخر تم کیا چاہتی ہے۔“

اس نے اپنے مخصوص انداز میں کہا تھا۔ ثناء کو بھڑکنے میں بس ایک منٹ لگا۔ کہیں نہ کہیں تو اسے غصہ اتارنا ہی تھا۔ اس نے بلند آواز میں اس پٹھان

جو کیدار سے کہا۔

”ہم ادھر ڈاکا ڈالنے آئے ہیں۔ گھوم پھر کر دیکھ رہے ہیں کہ کس دیوار سے چڑھنا آسان اور بہتر ہوگا مگر اب ہم نے سوچا ہے کہ دیوار کی بجائے گیت پھلانگ کر اندر جاتے ہیں۔ ایک تو اس سے وقت بچے گا۔ اور آپ کو بتانا ہے کہ وقت کتنا قیمتی ہوتا ہے۔ اور وہ سارا ہمارے کپڑے بھی ٹھیک ٹھاک ہی رہیں گے۔ سلو میں ذرا کم ہی پڑیں گی اور آپ کو تو بتانا ہے کہ لڑکیوں کو ہمیشہ دل ڈر لیس رہنا چاہیے سلوٹوں والے کپڑے پہن کر لوگ ہمیں دیکھیں گے تو کہیں گے کہ کتنی پھوڑ لڑکیاں ہیں ان سے کوئی کام بھی نہیں ہوتا۔ اور آپ کو تو بتانا ہے پھوڑ لڑکیوں کو رشتے ذرا مشکل سے ہی ملتے ہیں۔ اب ہم یہ طے کر رہے تھے کہ گیت پھلانگ کر جائیں گے تو پھر آپ سے کیا سلوک کریں۔ صرف آپ کو باندھ کر ڈال دیں یا پھر بے ہوش کرنا بہتر ہے۔ ویسے تو مشکل سے آپ پہلے ہی بے ہوش نظر آ رہے ہیں مگر خیر احتیاط پھر بھی لازم ہے۔ ہم نے یہ طے کرنا تھا کہ کون سا سامان کون لے کر جائے گا۔ چوہری کون اپنے بیگ میں لے کر جائے گا اور فرنیچ کون اپنی وی ڈی آر اور ڈیک کون اپنے بیگ میں لے کر جائے گا اور فرنیچ کون اپنے بیگ میں لے کر جائے گا مگر آپ نے بیچ میں دخل اندازی کر کے سارا مالہ ہی خراب کر دیا۔ اب ہمارا موڈ ہی نہیں رہا ڈاکا ڈالنے کا اس لیے جارہے ہیں ویسے تو آج کا کام کل پر مبنی چھوڑنا چاہیے مگر خیر پھر بھی سہی خدا حافظ۔“

”Keep Waiting۔“

وہ یہ کہہ کر اپنی دوستوں کے ساتھ وہاں سے چل کر جو کیدار ہٹا گا اسے جاتا دیکھتا رہا پھر اس نے گھر اندر گھس کر مضبوطی سے گیت بند کر لیا تھا۔

”تم بھی عجیب شے ہو ثناء۔“

”ہاں ہوں پھر۔“ اس نے فرزانہ کی بات پر اکر ذکر کیا۔

”اب بتاؤ کیا کرنا ہے؟“ یعنی نے پوچھا تھا۔

”کرنا کیا ہے ایک آخری بار کسی گھر میں ٹرائی کرتے ہیں کام بن گیا تو ٹھیک ورنہ پھر کسی دوسرے

”اب بتاؤ کیا کرنا ہے؟“ یعنی نے پوچھا تھا۔

”کرنا کیا ہے ایک آخری بار کسی گھر میں ٹرائی کرتے ہیں کام بن گیا تو ٹھیک ورنہ پھر کسی دوسرے

”اب بتاؤ کیا کرنا ہے؟“ یعنی نے پوچھا تھا۔

”کرنا کیا ہے ایک آخری بار کسی گھر میں ٹرائی کرتے ہیں کام بن گیا تو ٹھیک ورنہ پھر کسی دوسرے

”اب بتاؤ کیا کرنا ہے؟“ یعنی نے پوچھا تھا۔

”کرنا کیا ہے ایک آخری بار کسی گھر میں ٹرائی کرتے ہیں کام بن گیا تو ٹھیک ورنہ پھر کسی دوسرے

”اب بتاؤ کیا کرنا ہے؟“ یعنی نے پوچھا تھا۔

”کرنا کیا ہے ایک آخری بار کسی گھر میں ٹرائی کرتے ہیں کام بن گیا تو ٹھیک ورنہ پھر کسی دوسرے

”اب بتاؤ کیا کرنا ہے؟“ یعنی نے پوچھا تھا۔

”کرنا کیا ہے ایک آخری بار کسی گھر میں ٹرائی کرتے ہیں کام بن گیا تو ٹھیک ورنہ پھر کسی دوسرے

”اب بتاؤ کیا کرنا ہے؟“ یعنی نے پوچھا تھا۔

”کرنا کیا ہے ایک آخری بار کسی گھر میں ٹرائی کرتے ہیں کام بن گیا تو ٹھیک ورنہ پھر کسی دوسرے

”اب بتاؤ کیا کرنا ہے؟“ یعنی نے پوچھا تھا۔

”کرنا کیا ہے ایک آخری بار کسی گھر میں ٹرائی کرتے ہیں کام بن گیا تو ٹھیک ورنہ پھر کسی دوسرے

آئیڈیے پر غور کرنا پڑے گا۔“ شازیہ کی بات پر اس نے سر ہلا دیا۔

اور پھر چند منٹوں کی تنگ و دو کے بعد انہوں نے ایک گھر منتخب کر ہی لیا تھا۔ حسب معمول وہ اور سارہ اندر داخل ہوئی تھیں مگر اس بار دونوں میں پچھلے جوش و خروش کی کمی تھی۔ اس بار بھی انہیں اندر کوئی نظر نہیں آیا تھا۔

”اللہ میاں اب تو ہیرو ملو اے اب تو چل چل کر پاؤں بھی ٹوٹنے لگے ہیں۔“

ثناء کی دعا اس بار فوراً قبولیت پائی تھی۔ ایک شاندار سی غراہٹ کے ساتھ ہیرو کی اینٹری ہوئی تھی۔ جرمن نسل کا ایک خوبصورت اور ورزشی جسم کا مالک کتا ایک دم عجبی لان سے برآمد ہوا تھا۔ وہ دونوں اس وقت تک پورچ میں پہنچ چکی تھیں کہ ایک دم اپنے سامنے دیکھ کر پہلے تو ان کی سمجھ میں ہی نہیں آیا کہ کیا کیا جائے۔ ہاں جب کتے نے زور و شور سے بھونکنا شروع کیا تو اچانک انہیں یاد آیا کہ اس موقع پر انہیں بھاگنے کی ہدایت کی گئی ہے اور پھر انہوں نے اولمپک چیمپئن کارل لوئیس کی اسپڈ سے بھاگنا شروع کیا تھا اور بھاگتے ہوئے دونوں نے اپنے بیگ بھی ہونے بھینک دیے۔

انہیں بھاگتے دیکھ کر کتے کی غیرت جاگ اٹھی تھی وہ پہلے دیوار اوپر اچھلا پھر آگے اور پھر پیچھے اور جب اس کی ہوشی جارح ہو گئی تو اس نے ان دونوں کے پیچھے بھاگنا شروع کر دیا تھا اور اتنی اس کی رفتار نہیں تھی جتنی اس کی آواز تھی۔ ثناء اور سارہ اس کے پیچھے سے پہلے ہی گیت پار کر گئی تھیں مگر ان سے وہ فاش غلطی ہو گئی تھی جو کسی صورت نہیں ہونی چاہیے تھی اور جسے نہ کرنے کے لیے انہیں تین ہزار من سو تینتالیس بار نصیحت کی گئی تھی وہ گیت بند کرنا بھول گئی تھیں۔ نہ صرف اسے بند کرنا بھولیں بلکہ بھاگتے ہوئے انہوں نے اسے چوہٹ کھول دیا۔ کتے نے بھی بڑی شان سے بھاگتے ہوئے گیت پار کیا تھا۔

سڑک پر آگے غلطی ہوئی ان کی دوستوں نے کتے کے بھونکنے پر پیچھے مڑ کر دیکھا تھا اور یک دم انہیں

”اب بتاؤ کیا کرنا ہے؟“ یعنی نے پوچھا تھا۔

”کرنا کیا ہے ایک آخری بار کسی گھر میں ٹرائی کرتے ہیں کام بن گیا تو ٹھیک ورنہ پھر کسی دوسرے

”اب بتاؤ کیا کرنا ہے؟“ یعنی نے پوچھا تھا۔

”کرنا کیا ہے ایک آخری بار کسی گھر میں ٹرائی کرتے ہیں کام بن گیا تو ٹھیک ورنہ پھر کسی دوسرے

”اب بتاؤ کیا کرنا ہے؟“ یعنی نے پوچھا تھا۔

”کرنا کیا ہے ایک آخری بار کسی گھر میں ٹرائی کرتے ہیں کام بن گیا تو ٹھیک ورنہ پھر کسی دوسرے

”اب بتاؤ کیا کرنا ہے؟“ یعنی نے پوچھا تھا۔

”کرنا کیا ہے ایک آخری بار کسی گھر میں ٹرائی کرتے ہیں کام بن گیا تو ٹھیک ورنہ پھر کسی دوسرے

”اب بتاؤ کیا کرنا ہے؟“ یعنی نے پوچھا تھا۔

”کرنا کیا ہے ایک آخری بار کسی گھر میں ٹرائی کرتے ہیں کام بن گیا تو ٹھیک ورنہ پھر کسی دوسرے

”اب بتاؤ کیا کرنا ہے؟“ یعنی نے پوچھا تھا۔

”کرنا کیا ہے ایک آخری بار کسی گھر میں ٹرائی کرتے ہیں کام بن گیا تو ٹھیک ورنہ پھر کسی دوسرے

”اب بتاؤ کیا کرنا ہے؟“ یعنی نے پوچھا تھا۔

”کرنا کیا ہے ایک آخری بار کسی گھر میں ٹرائی کرتے ہیں کام بن گیا تو ٹھیک ورنہ پھر کسی دوسرے

”اب بتاؤ کیا کرنا ہے؟“ یعنی نے پوچھا تھا۔

”کس بات کے لیے کہتا ہوں کہ ہمیں کٹ نہیں سکتا۔“
”دیکھیں یہ کتنا پیچھے بھاگا ضرور تھا مگر یہ بھی آپ کو
کٹا نہیں۔“ ثنائے نوجوان کی تردید کو یکسر رد کر دیا
تھا۔

”کیوں تم کیسے کہہ سکتے ہو کہ کٹا نہیں۔ تم اس کی
نیت کا حال کیسے جانتے ہو؟“
”اس لیے جانتا ہوں کہ یہ میرا کتا ہے۔ اگر آپ
بھاگتی نہیں تو یہ بھی بھی آپ کے پیچھے نہیں بھاگتا۔
کٹنے کی تو بات ہی دور کی ہے۔“
”جنہوں نے کٹا نہیں ہوتا وہ پیچھے بھی نہیں
بھاگتے اور تم جیسے لوگ کتوں کو کھلا چھوڑ کر کیا ثابت
کرنا چاہتے ہو یہی کہ بڑی نازن چیز ہو۔“

وہ اب بھی اپنی بات پر مصر تھی۔
”دیکھیں اب آپ بد تمیزی کر رہی ہیں میں نے
آپ سے ایکسکسوز کر لیا ہے۔ آپ کو بتا بھی دیا ہے
کہ یہ کتا کسی کو کٹا نہیں۔ مگر آپ پھر بھی ایک چھوٹ
سی بات کو خواہ مخواہ برہماری ہیں۔“

وہ اب واقعی اکتایا ہوا لگ رہا تھا۔
”یہ چھوٹی سی بات ہے تمہارے لیے۔ یہ کتا
کٹ لیتا تو جوہ انجکشن لگوانے پڑتے مجھے اور اگر
کہیں جوہ انجکشن نہ لگواتی تو میرے داغ
ہو سکتا تھا اور تمہارے نزدیک یہ سب معمولی
ہے۔“

ثنائے اسے دھاڑ کر کہا تھا اور اس کا جواب
اسے مزید تنگ لگ گئے تھے۔

”کتے کے کٹے بغیر بھی آپ مجھے مینٹل کیس
لگ رہی ہیں۔ ہاں اس کے کٹنے سے شاید
افاقہ ہو جاتا کیونکہ زہر کو زہر ہی مارتا ہے
صورت میں مجھے اپنے کتے کو چوہہ ٹیکے لگا
پڑتے۔“

وہ فوری طور پر سمجھ نہیں پائی کہ اس نے
تھاپا پھر طنز مگر اس کا پہلے سے ہالی بارہ اور ہالی
”تم شکر کرو کہ میں نے تمہارے کتے کو
ورنہ اور چند منٹ تم باہر نہ آتے تو میں نے
شوٹ کر دیتا تھا۔ پشل رکھتی ہوں میں اسے۔“

صورت حال کی سنگینی کا احساس ہو گیا تھا۔
”بیر غرق ان کا یہ اپنے کون سے چچا کو ساتھ لے
آئی ہیں۔“ فرزانہ نے بھاگنے کی تیاری کرتے ہوئے
کہا۔ اور اس سے پہلے کہ کوئی دوست کچھ کہتی اس
نے بھاگنا شروع کر دیا تھا۔ باقی دونوں نے بھی اس کی
پروی کی مگر اب مسئلہ یہ تھا کہ سارہ اور ثنائے آرام سے
بھاگ آئی تھیں کیونکہ انہوں نے پاؤں میں کورٹ
شوہ پہنے ہوئے تھے مگر باقی تینوں دوستوں نے ڈیڑھ
ڈیڑھ انچ کی پھلیں پہنی ہوئی تھیں اور ان سے بھاگنا بھی
نہیں جا رہا تھا اور کتا تھا کہ سر پہنچ رہا تھا مگر پھر اچانک
ایک معجزہ ہوا تھا جس گھر سے کتا برآمد ہوا تھا۔ وہیں
سے ایک نوجوان بھی بھاگتا ہوا باہر نکلا تھا اور اس نے
تقریباً ”چلا تے ہوئے کتے کو پکارا تھا۔“

”جیک Come Back Stop“
اور جیک صاحب اس آواز پر مشین کی طرح گھوم
گئے تھے۔ بڑی سبک رفتاری سے بھاگتا ہوا وہ واپس
اس نوجوان کی طرف گیا تھا۔ وہ پانچوں رک گئی تھیں۔
”اس خبیث کتا ہے یہ۔“ فرزانہ نے کہا۔

”ہاں اسی کا ہو گا ورنہ اس طرح اس کی ٹریف جاتا
کیوں۔ او سارہ ذرا بیگ لے آئیں اپنے اور دو چار
اسے بھی سنا آئیں۔“ ثنائے پھولی سانس کے ساتھ
آستین چڑھاتے ہوئے کہا تھا پھر تیز قدموں کے ساتھ
وہ دونوں اس نوجوان کی طرف چل پڑیں جو کتے کو
چکارہتے ہوئے انہیں ہی دیکھ رہا تھا۔

”تمہارا کتا ہے؟“ قریب جاتے ہی ثنائے
اسے جھٹک کر پوچھا تھا۔

”یقیناً“ میرا ہے۔“
”بڑی بھونکنے کی عادت ڈالی ہے اسے کوئی
انسانوں والی عادت نہیں سکھائی۔“

ثنائے اپنی طرف سے عقلمندی کے سارے ریکارڈ
توڑتے ہوئے مشورہ دیا تھا اور وہ اس کے جملے پر
ششدر رہ گیا۔ چند لمحے خاموش رہنے کے بعد اس نے
انہیں کہا تھا۔

”آئی ایم سوری کس۔“
ثنائے اس کی بات درمیان سے ہی کٹ دی تھی۔

میں۔“

اس نے سفید جھوٹ بولا تھا۔

”مگر بیک تو آپ یہاں چھوڑ کر بھاگ گئی تھیں پھر
میں کہاں سے لیتیں۔ مگر میرا خیال ہے کہ شاید آپ
اسی طرح کتے کے آگے بھاگتی ہوئی پوری کالونی کا چکر
کٹ کر دوسری طرف سے دوبارہ میرے گھر آئیں پھر
اینا بیگ اٹھا کر مینٹل نکالتیں اور پھر میرے کتے پر نشانہ
لیٹیں اور پھر فائر کر دیتیں اور اتنی دیر تک میرا کتا فلسی
ورنہ کی طرح آپ کے سامنے کھڑا ہو کر لگا کرتے ہوئے
آپ کو فائرنگ کا موقع دیتا واقعی آپ کی پلاننگ تو فیل
ہوئی ہے اور میری وجہ سے واقعی آپ کا منصوبہ
خراب ہو گیا مگر چلیں کوئی بات نہیں آپ دوبارہ ٹرائی
کر لیں۔“

وہ یہ سے سے کر اندر سے ان کے بیک
اٹھا لایا تھا بڑی سنجیدگی سے اس نے بیک اس
تھامتے ہوئے کہا۔

”اب آپ مینٹل نکالیں اور اس کتے کو شوٹ کر
دیں! چلو مجھے ٹھیک سے سامنے کھڑے ہو جاؤ اور
مرنے کی تیاری کر لو۔“

اس نے کتے کو اس طرح کہا تھا جیسے اس کی
دونوں ارف کھنچنے کے لیے نوٹو کرافر کے سامنے کھڑا
کر رہا ہو۔ وہ واضح طور پر اس کا مذاق اڑا رہا تھا۔

”اس بار تو مینٹل نہیں ہے مگر اگلی بار ضرور لاؤں
گی۔“ ثنائے دانت پیستے ہوئے بیک کندھے پر لٹکا کر
کہا تھا۔

”ضرور مگر پلیز آنے سے پہلے فون ضرور کر دیجئے
کا تاکہ میں دو چار اور کتوں کو بھی مرنے کے لیے اکٹھا
کر لوں۔“

وہ یقیناً اب اس ساری گفتگو سے لطف اندوز
ہو رہا تھا۔

”تمہارے کتے کا کوئی قصور نہیں ہے شوٹ تو تم
جیسے تمیز کو کرنا چاہیے۔“

”آئیڈیا اچھا ہے چلیں آپ مجھے ہی شوٹ کر لیجئے
کا ویسے مجھے اعتراف کرنا چاہیے کہ آپ واقعی ایک
ابن خاتون ہیں۔ برائی کی جڑ کو بڑی جلدی آپ نے

دریافت کر لیا۔“ وہ ہلکا سا صراخ بولا تھا۔

”دفع کرو ثنائے چلو خواہ مخواہ وقت برباد کرنے کا کیا فائدہ
ایسے لوگوں پر کسی بات کا اثر نہیں ہوتا۔“

سارہ نے اس کا بازو کھینچتے ہوئے کہا تھا۔
”بھئی آپ تو بلا کی نظر شناس اور حقیقت پسند واقع
ہوئی ہیں۔ بہت ترنی کریں گی آپ زندگی میں۔“ اس
بارہ سارہ سے مخاطب ہوا تھا۔

خون کا گھونٹ پیتے ہوئے دونوں اپنی دوستوں کی
طرف چل پڑی تھیں۔

”دوبارہ ضرور آئیے گا میں اور میرا کتا انتظار کریں
مے آپ کا اور مینٹل ضرور لائیے گا۔“ انہیں اپنے
پیچھے اس کی بلند آواز سنائی دی گئی بغیر مڑے اور پیچھے
دیکھے وہ اپنی دوستوں کے پاس پہنچ گئی تھیں جو غصہ میں
بھری ہوئی ان دونوں کی فحش تھیں۔

”کتنی بدایات دی تھیں تمہوں کو کہاں گئیں وہ
اپنے ساتھ ساتھ تم نے ہمیں بھی نقصان پہنچانے کی
محوش کی ہے اگر کٹ بند کرنا بھول ہی گئی تھیں تو کم
از کم ہماری طرف بھاگ کر آنے کی کوشش تو نہ کریں
مگر تم لوگوں نے سوچا کہ ہم تو ڈوٹس کے قسم تم کو بھی
لے ڈوٹس گے۔“

ان لوگوں کی جلی کٹی سنتی ہوئی وہ دونوں خاموشی
سے ان کے ساتھ چلتی رہیں۔

* ☆ *

”پھر اب کیا کرنا ہے۔“ تیسرے ہی دن وہ ایک بار
پھر سے کان میں اپنی دوستوں سے پوچھ رہی تھی۔

”کو میسج کا بھوت ابھی بھی تمہارے سر سے نہیں
اترا، ثنائے شرم کرو بلکہ خدا کا خوف کرو۔“ سارہ نے اسے
پھٹکارا تھا۔

”تم وعظ نہ کرو اور مشورہ دو۔“ ثنائے اسے نکاسا
جواب دیا تھا۔

”تم اپنے محلے یا ہمسایوں میں روٹاں کرنے کی
کوشش کیوں نہیں کرتیں۔ ایک رائٹر کی ہیروئن
ہمیشہ ہمسایوں میں روٹاں کرتی ہے اور یہ روٹاں ہمیشہ
کامیاب رہتا ہے ویسے بھی اس میں پہلے آئیڈیے کی
طرح کا کوئی خطرہ نہیں ہے۔“

یعنی نے اس کی افسانوں سے لیے گئے آئیڈیاز کی کاپی کو جھانچ کر دیکھتے ہوئے کہا۔
 ”تو محلے میں رہائش کرنے میں تو سب سے زیادہ خطرہ ہے ایک تو ہمارے محلے میں کوئی ڈھنگ کا لڑکا ہی نہیں ہے اور جو دو چار ہیں وہ کم بخت میرے ابا کی اور میری اپنی عزت کرتے ہیں کہ نظر اٹھا کر نہیں دیکھتے مجھے اللہ کسی کو اتنی عزت بھی نہ دے۔“
 ثنا کی آنکھوں میں آنسو آگئے تھے۔ اس کی دوستوں نے اس کے دکھ کو دل سے محسوس کیا۔
 ”کوئی کزن بھی نہیں ہے تیرا؟“ فرزانہ نے اس سے پوچھا تھا۔
 ”جو دو چار ہیں ان سب کی شادی ہو چکی ہے اور وہ جس قسم کے ہیں اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ ان کی شادی ہو چکی ہے۔“
 ”یعنی یہ بھی نہیں ہو سکتا۔“ فرزانہ نے غر مندانہ انداز میں کالی کھنگالتے ہوئے کہا تھا۔
 ”کوئی پھڑپھڑے ہوئے تپا چھا نہیں ہیں تمہارے“ جنہوں نے اپنی مرضی سے شادی کر کے کھرچھوڑ دیا ہو ہو سکتا ہے کہ ان کا ہی کوئی بیٹا کام آجائے ہماری ایک اور رائٹر کے افسانوں میں ایسا ہی ہوتا ہے۔“
 فرزانہ نے پھر سر اٹھایا تھا۔
 ”ہمارے تپا چھا اتنے عقل مند کہاں تھے۔“ سارہ نے ثنا کی بات پر اچانک سر اٹھایا تھا اور پھر بڑے فلسفیانہ انداز میں کہا۔
 ”ثنا تمہارے ابا نے کبھی دوسری شادی تو نہیں کی ہو سکتا ہے ان کی پہلی بیوی کے پہلے شوہر سے کوئی اولاد ہو یا تمہاری امی کے بعد اگر انہوں نے کوئی شادی کی ہو تو تمہاری دوسری امی کا کوئی بھائی۔“
 ثنا نے اپنے بچاؤں سے جو نا نکال کر اسے مارا تھا۔
 ”مٹھے منہ تیرا تو کوئی ڈھنگ کا مشورہ نہ دتا۔“
 ”تو بھلا میں نے ایسا کیا کہ دیا اس موضوع پر بھی افسانے لکھے گئے ہیں۔“ سارہ نے اپنے کندھے کو سہلاتے ہوئے کہا تھا۔
 ”تم ایسا کیوں نہیں کرتیں کہ خود ہی کسی آئیڈیے کو چن لو۔“

”تم لوگوں میں سے کسی نے یہ نہیں کہا کہ ہمارے اتنے ڈھیروں کے حساب سے بھائی اور کزن ہیں ان میں سے کسی کے ساتھ ہی تمہاری لومیرج کروا دیتے ہیں۔“ ثنا کی بات پر وہ چاروں ایک دم محتما ہو گئے تھے۔
 ”بھئی میرے بھائیوں نے تو صاف کہا ہے کہ لومیرج نہیں کر لی جب بھی کریں گے ارش ہی کریں گے اگر وہ تم چاہتی ہو تو میں کو شش کرتی ہوں۔“ فرزانہ نے بالا خر کہا تھا۔
 ”میرے بھائیوں کی تو بات طے ہو چکی ہے تم جانتی ہو۔“ اس بار یعنی بولی تھی۔
 ”لومیرج کے حق میں تو میرے بھائی بھی نہیں ہیں شادی تو وہ بھی ارش ہی کریں گے مگر تم تو لومیرج چاہتی ہو۔“ سارہ نے اپنا مسئلہ بتایا تھا۔
 ”بھئی میرا بھائی تو میرے سے شادی کے حق میں ہی نہیں ہے لومیرج تو دور کی بات ہے اس کا خیال ہے کہ پیدا ہو کر وہ ایک حماقت کر چکا ہے اب شادی کر کے دوسری حماقت نہیں کرے گا۔“ سارہ نے اپنے فلاسفی کے اسٹوڈنٹ بھائی کی فلاسفی بیان کی تھی۔
 ”کس قسم کی تربیت کی ہے تم لوگوں نے اپنے بھائیوں کا کیا اچار ڈالو گی تم جو تمہاری دوست کے کام بھی نہیں آسکتے۔ یاد رکھو دوستی پر خلی رشتے سے بڑی ہوتی ہے اور وہ قومیں مٹ جاتی ہیں جہاں دوست دوستی بھانا بھول جائیں۔“ ثنا نے اپنے زمانے کی مقبول اداکارہ کے انداز میں اپنے پورے جذبات ڈانٹلا کر کے ذریعے اپنی دوستوں تک پہنچانے کی بھرپور مگر ناکام کوشش کی۔
 ”تو پھر اب تم بتاؤ کہ ہم کیا کریں اگر اللہ نے ہمیں اس قدر باجیا اور با کردار بھائی دے دیئے ہیں انہیں کہیں کہ ہماری ایک دوست لومیرج کرنا چاہ رہی ہے تو why not you تم قربانی کے بکرے بن جاؤ اور اس دنیا کو تباہ ہونے سے بچالو۔“
 سارہ نے بھرپور جمائی لے کر کہا تھا۔
 ”تو کیا حرج ہے یہ بات کہنے میں۔“

”تمہیں میرے فلسفی بھائی کا پتا نہیں ہے وہ واقعی قربانی کا بکرا بننے پر اصرار کرے گا کہ ہاں بھئی پھر وہ میرے گلے پر چھری اگر دنیا میرے مرنے سے ہی بچ سکتی ہے تو ایسا ہی سہی مگر شادی پر وہ پھر بھی تیار نہیں ہو گا۔“
 سارہ نے بڑے ہمدردانہ انداز میں ثنا کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا تھا۔
 ”یہ فون والا آئیڈیا اچھا ہے اور آسان بھی اسے رانی کیوں نہیں کرتیں ڈائجسٹ کی رائٹرز کے اکثر دھانس ایسے ہی ہوتے ہیں۔“
 اس بار کاپی شازیہ کے ہاتھ میں تھی اور وہی بولی تھی۔
 ”مگر اس میں مسئلہ یہ ہوتا ہے کہ پتا نہیں چلتا کہ نئے والے کی شکل و صورت کیسی ہے اور وہ ہے کون اس کے بارے میں پوچھ کچھ کون کرنا پھرے۔“
 ”مگر وہ اس تو پھر بھی ہو سکتا ہے اور بانی باتیں تو کی ہیں بندہ اچھا ملے گا یا برا یہ تو قسمت پر ہوتا ہے۔“
 یعنی کی بات ثنا کو پسند آئی تھی چنانچہ اب اسی باری کو رانی کرنے کا فیصلہ کیا گیا۔
 * ☆ * ☆ *
 اگلے دن اس نے شام سے نمبر گھمانے شروع کیے۔ پہلا نمبر ملنے پر کسی لڑکی نے فون اٹھایا تھا۔ اس فون بند کر دیا اور پھر دوسرا نمبر ملایا اب کی بار کسی نے فون اٹھایا تھا۔
 پہلو کہنے کے بعد ثنا کی سمجھ میں نہیں آیا کہ اب کیا کر خیر بات تو کرتی تھی۔
 یہ 592650 ہے؟ اس نے پوچھا تھا۔
 ”یہ یہ کی نمبر ہے آپ کون ہیں؟“
 ”میں ثنا ہوں۔“
 ”اگن ثنا اور آپ کو کس سے بات کرنی ہے۔“
 ”اب شادی شدہ ہیں۔“ وہ آدمی ثنا کے اس سوال پر چند لمحوں کے لیے خاموش ہو گیا۔
 ”کی شادی شدہ ہوں مگر آپ کون ہیں اور کیوں ہی ہیں۔“

”آپ اگر شادی شدہ ہیں تو بہت ہی بد قسمت آدمی ہیں کہ ایک گھر بنایا آپ کے ہاتھ آتے آتے رہ گیا اور آپ نے میرا وقت اور پیسے بھی بہت ضائع کروائے آئندہ فون سنتے ہی ہیلو کے بعد بلا بلا بلا ہی کہا کریں کہ میں شادی شدہ ہوں تاکہ لوگوں کا وقت ضائع نہ ہو۔“ یہ قوم پہلے ہی بہت وقت ضائع کرتی ہے اور ہمارے پاس ترقی کرنے کا واحد طریقہ یہ ہے کہ ہم وقت کی قدر۔“ اس کی بات مکمل ہونے سے پہلے ہی دوسری طرف سے ریسیور رکھ دیا گیا تھا۔
 تیسری بار نمبر ملانے پر فون کسی لڑکے نے اٹھایا تھا۔
 ”ہیلو میں ثنا ہوں۔“ اس نے لڑکے کی طرف سے ہیلو سنتے ہی اپنا تعارف کروایا تھا۔
 ”اوہ ثناء یہ تم ہو مگر تمہاری آواز کو کیا ہوا۔“
 وہ یقیناً اسے کوئی اور ثنا سمجھا تھا۔ ثنا کی سمجھ میں نہیں آیا کہ وہ کیا کہے۔
 ”تمہیں بھی شاید فلو ہو گیا ہے میری طرح۔“ اس لڑکے نے خود ہی اس کی مشکل آسان کر دی تھی مگر ثنا پھر بھی چپ سی رہی۔
 ”یار کوئی بات کرنا آخر اتنی چپ کیوں ہو؟“
 ”اللہ خیر کرے ثنا۔“
 ”کیا بات کروں۔“ ثنا نے کہا۔ ”یہ تم ہی ہونا جو مجھ سے پوچھ رہی ہو کہ کیا بات کروں مگنی کے بعد سے لے کر اب تک تو تم نے مجھ سے کبھی اس بارے میں رائے نہیں لی پھر ایک دم یہ انقلاب کیسے آگیا ہے۔“
 ثنا نے اس کا آخری جملہ سن کر کھٹاک سے فون بند کر دیا تھا۔
 ”تو بہ مگنی شدہ تھا لیکن عقل سے اتنا پیدل کہ اپنی مگنیت کی آواز تک نہیں پہچان سکا بے وقوف۔“ وہ اگلا نمبر ڈائل کرتے ہوئے بڑبڑاتی تھی۔
 پھر اس رات اس نے کم و بیش سو کے قریب کالیں کی تھیں مگر اس کا مسئلہ حل نہیں ہوا۔ بعض جگہ پر لڑکیوں نے فون اٹھایا بعض جگہوں پر شادی شدہ مردوں نے جن میں سے کئی ایک نے دوستی کی خواہش کا اظہار کرنے پر اسے بری طرح جھاڑ پلائی تھی ایک

جگہ پر ایک بہت خوب صورت آواز سننے پر اس نے جب تک دم اپنی محبت کا اظہار کیا تو دوسری جانب سے بات کرنے والے نے بڑی پدرانہ شفقت سے جھڑکتے ہوئے کہا تھا۔

”بہٹی میں تمہارے باپ کی عمر کا ہوں اور میری تو اپنی تمہارے جتنی دیشیاں ہیں یہ جو فون ہوتا ہے نا سائنس دانوں نے اسے ان مقاصد کے لیے نہیں بنایا جن کے لیے تم استعمال کر رہی ہو۔“ اس نے ان کی بات پوری سے بغیر ہی دل برداشتہ ہو کر فون بند کر دیا۔ چند جگہوں پر فون کرنے پر اس کی گفتگو بہت اوجھے قسم کے لڑکوں سے ہوئی تھی اور ان کی بات کا انداز ہی اسے پسند نہیں آیا تھا سو وہاں بھی بات نہیں بنی اور بعض جگہوں پر جہاں اس نے بہت خوب صورت اور شائستہ آواز سنی تو ان لوگوں نے خود ہی اس کی دوستی کی خواہش کو بڑے آرام سے ٹھکرایا تھا۔

اسے لگا کہ پوری دنیا میں اس کے لیے کوئی اچھا اور شائستہ انسان بچا ہی نہیں بہت دلبرداشتہ ہو کر رات کے دو بجے بالآخر اس نے کالوں کا سلسلہ منقطع کر دیا تھا۔

اگلے دن کالج میں وہ اپنی دوستوں سے کہہ رہی تھی۔

”بہٹی یہ فون پر رومانس میں نہیں کر سکتی ایک تو یہ بہت صبر آزما کام ہے اور دوسرا بہت مہنگا کام ہے آج کل تو فون کا بل ویسے ہی بہت زیادہ آتا ہے اس لیے تم لوگ مجھے کوئی اور آئیڈیا دو۔“

ایک بار پھر سے سب سر جوڑ کر ایک نئے آئیڈیے کی تلاش میں لگ گئی تھیں۔

* ☆ *

اس شام کو وہ اپنے بھائیوں کو تعلیم کے فوائد اور استاد کی عزت اور احترام پر ایک لمبا چوڑا لیکچر دے کر انہیں پڑھانے بیٹھی تھی جب اچانک ساتھ والے کمرے میں فون کی گھنٹی بجی تھی۔

”تم لوگ یہاں سے بلنامت میں ایک منٹ میں آتی ہوں۔“

وہ انہیں دھمکاتے ہوئے دوسرے کمرے میں چلی

گئی تھی۔

”ہیلو آپ مہا ہیں؟“ فون کا ریسپونڈ اٹھاتے ہی کسی مرد کی آواز اسے سنائی دی تھی۔

”جی میں ہوں آپ کون ہیں۔“

اس نے تھوڑی حیرانگی کے ساتھ پوچھا تھا۔

”کیسی ہیں آپ ویسے تو میرا خیال ہے اچھی ہی ہوں گی آپ جیسے لوگ برے کہاں ہو سکتے ہیں۔“

اس آدمی نے اس کا سوال نظر انداز کرتے ہوئے چمک کر کہا تھا۔

”ٹکا کو ایک دم ایسا لگا جیسے اس نے آواز کہیں سنی تھی بہت شستہ لہجہ اور بہت خوب صورت آواز۔“

اس نے یاد کرنے کی کوشش کی کہ یہ آواز اس کہاں سنی تھی مگر اسے یاد نہیں آیا۔

”کیوں بھی اتنی چپ کیوں ہو گئی ہیں آپ کی بات کریں نا۔“

”آپ ہیں کون؟“

”مجھے اپنا دوست سمجھیں اور دوستوں کے تعارف کی اتنی ضرورت نہیں ہوتی۔“

”آپ مجھے کیسے جانتے ہیں۔“

”ٹکا نے کچھ انداز میں پوچھا تھا۔“

”بہٹی آپ کو کون نہیں جانتا آدھالا اور تو کے مداحوں میں سے ہے۔“ اس بار وہ اس کی کھلمکھلا کر کہی تھی۔

”آپ مجھے تو پتا نہیں تھا کہ آدھالا اور تو کے مداحوں میں شامل ہے میں تو سمجھتی تھی کہ آپ میرے مداحوں میں شامل ہیں۔“

اس نے شوخی سے کہا تھا۔

”چلیں جی کوئی بات نہیں کسی دن پورا آپ کے مداحوں میں شامل ہو جائے گا۔“

”ہونے میں کیا دیر لگتی ہے۔“

اس کی بڑبڑاہٹ ٹکانے سن لی تھی مگر اس نے حمل کا مظاہرہ کرتے ہوئے اسے انور کر دیا۔

”ویسے آپ کا نام کیا ہے۔“

”جو آپ رکھ دیں۔“

”میں بھی تک نام کے بغیر تھی۔“

”میں بھی تک تو بہت سی چیزوں کے بغیر پھر رہا تھا۔“

”آپ مجھے تو بے وقوف لگتے ہیں۔“

”لگتے کیا ہیں بھی اللہ کے فضل سے بے وقوف ہیں اور یہ بھی آپ جیسی حسنین کی کرم فرمائی ہے۔“

وہ بھی جواب دینے میں چوک نہیں رہا تھا۔

”باتیں اچھی کر لیتے ہیں آپ۔“

ٹکانے اسے سراہا تھا۔

”آپ کی طرح مجھے بھی بس یہی ایک کام آتا ہے۔“

ویسے کیا آپ مجھے حوالی تعریف کرنی چاہیے۔“

”نہیں اس کی ضرورت نہیں ہے ویسے آپ نے بتایا نہیں کہ آپ مجھے کیسے جانتے ہیں۔“

”دیکھیں بار بار یہ سوال کر کے اپنا مرتبہ کم نہ کریں یہ تو ایسا ہے جیسے چاند پوچھنے لگے کہ کوئی اسے کیسے جانتا ہے۔“

بندہ چالاک ہے ٹکانے سچا شاہد کسی صورت بھی نہ تو اپنے بارے میں کچھ بتانے پر تیار تھا اور نہ ہی یہ بتانے پر کہ وہ ٹکا کو کیسے جانتا ہے مگر اس کے باوجود ٹکا کو اس سے باتیں کرنے میں مزا آ رہا تھا اسے اچانک لگنے لگا تھا کہ اب اس کی لومین ج ہو ہی جائے گی۔

ڈیڑھ گھنٹہ تک اس سے باتوں میں مصروف رہنے کے بعد وہ جب واپس اپنے بھائیوں کے کمرے میں آئی تھی تو وہ حسب توقع غائب تھے۔ اسے بے تحاشا غصہ آیا۔

”یہ قوم ترقی کیسے کر سکتی ہے جس کے بچے کام چور ہوں اور وقت کی قدر نہ کریں۔“ وہ بڑبڑاتی تھی پھر وہ کھانا کھانے کے لیے کچن کی طرف چل پڑی آج اس کا موڈ اتنا اچھا تھا کہ وہ اپنے بھائیوں کو چھٹی لگا کر اسے خراب کرنا نہیں چاہتی تھی اس لیے یہ ضروری کام اس نے کل پراٹھا رکھا۔

* * *

اگلے دن اس نے کالج جاتے ہی اپنی فرینڈز کو یہ سارا احوال سنایا تھا پہلے تو انہیں یقین ہی نہیں آیا۔

”مجھے یقین نہیں آ رہا کہ آج کل کے زمانے میں اس قدر بے وقوف لوگ بھی پائے جاتے ہیں۔“

سارہ نے اس لڑکے پر افسوس کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔

”بہٹی یہ تو ایسے ہی ہے کہ آئبل مجھے مار۔“

اس بار بہٹی نے بھڑو فرمایا تھا۔

”اور بقول تمہارے وہ آواز سے بہت شائستہ اور سلجھا ہوا لگتا ہے پھر بھی وہ تم پر فدا ہے یہ کیسی شائستگی ہے بہٹی۔“

فرزانہ نے جیسے وہائی دی تھی۔

”ویسے تمہیں ایک پیچ سے چیک کروالیتا تھا کہ کہیں یہ فون نمبریاگل خانے کا تو نہیں تھا آج کل وہاں کے بایسیوں کو بھی رومانس کا کافی شوق ہوا تھا۔“

شازیہ نے اس ساری گفتگو پر غور و خوض کرنے کے بعد جیسے اپنی رائے کا اظہار کیا تھا شا کو بے تحاشا غصہ آیا۔

”تم نے اپنے منگیترا کا چیک اپ کیوں نہیں کروایا جب تمہاری منگنی ہوئی تھی۔“

”بہٹی چیک اپ کروانے کی ضرورت ہی پیش نہیں آئی سب جانتے تھے کہ وہ پاگل ہے اور مجھ سے منگنی کی خواہش نے اس کی تصدیق بھی کر دی پھر خواہجہ چیک اپ پر روپے برباد کرنے کی کیا ضرورت تھی۔“

”تم لوگوں کو میرے دکھ کی گہرائی کا احساس ہی نہیں ہے۔“
 ”تم نے آنکھوں میں آنسو لا کر کہا۔“
 ”ہاں کتنی دفعہ تمہارے دکھ کی گہرائی کا احساس کریں تمہارے دکھ کی گہرائی تو کم ہونے میں نہیں آ رہی میری ماں تو یہ لو میری کا خیال چھوڑ دو تمہاری قسمت میں لو میری ہے ہی نہیں۔“
 سارہ نے کافی صاف گوئی کا مظاہرہ کیا۔
 ”تم غم نہ کرو شازیہ دنیا ابھی بے وقوفوں سے خالی نہیں ہوئی ایک ڈھونڈ ہزار ملتے ہیں۔ تم اپنی کوششیں جاری رکھو کوئی ایک تو تمہاری قسمت میں بھی ہو گا۔“ یعنی نے اس کی بہت بندھائی تھی۔

”پھر تم صبح پہنچ رہی ہو۔“ فرزانہ نے اس سے پوچھا۔
 ”ہاں اب کتنی دفعہ تمہیں یقین دلاؤں کہ میں واقعی صبح آ رہی ہوں۔“
 ”بس ٹھیک ہے باقی کام میرے ذمے ہے۔“
 فرزانہ نے شا کو یقین دہانی کروائی تھی۔
 پھر اگلی صبح وہ نوبت کے قریب فرزانہ کے گھر پہنچ گئی۔
 ”دیکھو آج اس مہم کا سب سے اہم مرحلہ سر کرنا ہے تمہیں اس لیے بہت محتاط رہنا۔“ گھر سے نکلے ہوئے فرزانہ نے اس سے کہا تھا پھر اسی موضوع پر باتیں کرتے ہوئے زہرہ خالہ کے گھر پہنچ گئیں جو فرزانہ کے گھر سے تھوڑے ہی فاصلے پر تھا۔
 ”اوہو شا بیٹی آئی ہے آج تو اچھا کیا فرزانہ تم اسے لے آئیں۔“

زہرہ خالہ نے اسے دیکھتے ہی اپنی خوشی کا اظہار کیا تھا۔
 ”ناشتا کرو گی تم؟“ زہرہ خالہ نے ان دونوں سے پوچھا تھا۔
 ”نہیں اور پوچھ پوچھ ہمیں تو دنیا میں پیدا ہی اسی کام کے لیے کیا گیا ہے۔“ زہرہ خالہ فرزانہ کی بات مسکرائی تھیں۔

ایک دن شازیہ نے جھنجھلا کر اسے کہا تھا۔
 ”جیسی تم نے فون نمبر لے کر کرنا کیا ہے۔ میں فون کرتا ہوں یہ کافی ہے اور پھر دیکھو میں نے تمہیں فالتو بل سے بھی بچایا ہوا ہے۔“
 اس کے پاس بہانوں کا انبار تھا یہ سلسلہ اسی طرح چلتا رہا اور جب شا کو یقین ہو گیا کہ اب کسی بھی وقت وہ اسے رو پوز کر سکتا ہے تو اچانک اس کا فون آنا بند ہو گیا۔ شا کا تو حال برا ہو گیا کتنے دن وہ روز شام سے رات گئے تک فون کے پاس بیٹھی رہی مگر فون کو نہ آتا تھا نہ آیا۔

”میں نے تو تمہیں پہلے ہی سمجھایا تھا کہ اس الو کو ہاتھ سے نکلنے نہ دینا۔“ فرزانہ نے اس دن کالج میں اس کی رام کہانی سننے کے بعد کہا۔
 ”مگر آپ یہ بھول گئی تھیں کہ الو ایک خاصا عقل مند پرندہ ہے اس لحاظ سے تو یہ بندہ واقعی الو نکلا ہے۔“
 سارہ نے تبصرہ کرنا ضروری سمجھا۔
 ”بھئی بزرگ صبح کہتے ہیں کہ جسے اللہ رکھے اسے کون چکھے“ قسمت اچھی تھی اس بندے کی بروقت عقل آگئی اسے۔ ”شازیہ نے ایک لمبی سانس بھر کر کہا۔ شازیہ نے دانت پیٹتے ہوئے کہا تھا۔
 ”کسی نے صبح کہا ہے کہ دوست مار آستین ہوتے ہیں۔“
 ”کسی نے نہیں جہاں تک میری معلومات کا تعلق ہے تو یہ تمہارا اپنا ہی ارشاد ہے۔“
 شازیہ نے چپس سے شغل فرماتے ہوئے کہا۔
 ”تم لوگ دوستی کے نام پر دھبہ ہو۔“
 ”بڑی جلدی پتا چل گیا آپ کو۔ اب برائے مہربانی ہمیں ”میریل“ سے صاف کرنے کی کوشش نہ کیجئے گا کیونکہ اس طرح بھی تمہارا پی وی پر آنے کا کوئی چانس نہیں کیونکہ ہم اس سے صاف ہونے والے نہیں ہیں۔“
 سارہ نے شازیہ کے چپس کے لفافے میں شمولیت ضروری سمجھتے ہوئے کہا۔

”پھر بیٹھو میں بتاتی ہوں ناشتا۔“ وہ اٹھتے ہوئے بولیں۔

”ارے آپ نے ابھی ناشتا بھی نہیں بنایا۔“
 ”نہیں بھئی تمہیں پتا ہے آج چھٹی کا دن ہے اور فاروق تو دس بجے کے قریب ہی سوکراٹھتا ہے۔ اور میں ناشتا کرتی ہی نہیں ہوں اتنی صبح ناشتا بنا کر رکھنے کا کیا فائدہ۔ اب فاروق اٹھنے ہی والا ہے اس لیے میں اب ناشتا بناؤں گی۔“
 فرزانہ نے ان کی بات سن کر کہا تھا۔

”ارے تو بس پھر ٹھیک ہے آج ناشتا آپ نہیں بنائیں گی ناشتا بنائے گی آپ کو بھی تو پتا چلے کہ اس کے ہاتھ میں کتنا زائقہ ہے۔“

شا فرزانہ کی بات پر ہلے سے مسکرائی تھی۔
 ”ارے نہیں بیٹا مہمانوں سے کوئی اس طرح کام لیتا ہے کہ پکاؤ اور کھالو تم بیٹھو میں خود ناشتا بناتی ہوں۔“

زہرہ خالہ نے فرزانہ کی پیش کش سرے سے رد کر دی۔

”آپ ہمیں مہمان کیوں سمجھتی ہیں کیا ہم آپ کی بیٹیاں نہیں ہیں کہتی تو آپ ہمیں بیٹی ہی ہیں مگر بات پھر وہی غیروں والی کرتی ہیں“ بس آج کا ناشتا تو شا ہی بنائے گی آپ بیٹھی رہیں۔“ پھر فرزانہ ان کے نہ نہ کرنے کے باوجود شا کے ساتھ کچن میں چلی آئی تھی۔
 ”اسے کہتے ہیں کہ چپری اور دو دو ایسا موقع تمہیں زندگی میں دوبارہ بھی نہیں ملے گا۔ مجھے پتا ہے کہ تمہیں کچھ بتانا نہیں آتا مگر فکر نہ کرو چیزیں میں تیار کروں گی پیش تم کرنا اپنے ٹریڈ مارک کے ساتھ۔“
 فرزانہ نے آستینیں چڑھاتے ہوئے کہا تھا۔

زہرہ خالہ فرزانہ کی امی کی کزن تھیں ان کا ایک ہی بیٹا تھا فاروق بہت اکھڑ قسم کا مگر نہ صرف شکل اچھی تھی اس کی بلکہ رویہ بھی بہت تھا اس کے پاس سو فرزانہ کو شا کے مسائل کا حل یہی نظر آیا کہ وہ شا اور فاروق کا رفاقت کروائے۔

اس بار آئیڈیا ایک دوسری رائٹر کے افسانے سے لیا تھا۔ شا کو کھانے کے سوا اور کچھ آتا جاتا نہیں

تھا مگر فرزانہ نے زہرہ خالہ کے سامنے اس کے سلیقے کے بارے میں زمین آسمان کے قلابے ملا دیے۔

پھر ایک شام وہ اسے ان سے ملانے بھی لے گئی زہرہ خالہ کو نہ صرف اس کی شکل و صورت پسند آئی تھی بلکہ طور اطوار بھی (جن کے بارے میں فرزانہ نے اسے خاص اور سخت تاکیدیں کی تھیں) زہرہ خالہ کو یہ شرماتی جھجکتی نظریں جھکائے رکھنے والی، شرمیلی، ہنسے اور آہستہ آواز میں بولنے والی لڑکی بہت اچھی لگی پھر وہ فرزانہ کے ساتھ اکثر ان کے گھر جانے لگی۔ ایک دو بار اس کا سامنا فاروق سے بھی ہوا تھا۔ مگر وہ اس پر ایک نظر ڈالے بغیر چلا گیا تھا۔

جب زہرہ خالہ اس کے سلیقے کی اچھی طرح قائل ہو گئیں۔ (فرزانہ اپنی بتائی ہوئی ہر چیز کا نمونہ بنا کے نام کے ٹیک کے ساتھ انہیں پیش کرتی) تو ایک دن اسی رائٹر کے افسانے کے دوسرے مرحلے پر کام شروع ہوا۔

”دیکھو یہ بندہ بھی افسانے کے ہیرو کی طرح اپنے کمرے میں بہت کاٹھ کباڑ رکھتا ہے اور اس کی اماں کی تو جرات نہیں ہوتی کہ وہ اس کے کمرے کی کسی چیز کو ہاتھ بھی لگائیں بالکل تمہاری پسندیدہ رائٹر کی طرح“ اب تمہیں یہ پتا ہے کہ اس کا کمرہ صاف کرنا ہے ایسے اچھے طریقے سے کوئی جعدار بھی کیا کرتا ہو گا۔ یہ صفائی والا نسخہ بڑا آزمودہ ہے اس رائٹر کے علاوہ بھی کئی رائٹرز اسے استعمال کر چکی ہیں اور ۹۹ فی صد یہ امکان ہے کہ ہیرو اور ہیروئن میں لو میری ہو جائے گی۔

میں جانتی ہوں کہ تم نے کبھی اپنے کمرے کی صفائی بھی نہیں کی اور اگر فاروق تمہارا گندگی سے بھرپور کمرہ دیکھ لے تو اسے ویسے بھی تم سے عشق ہو جائے گا مگر چونکہ ابھی تک کسی افسانہ نگار نے ایسی کوئی لوستوری نہیں لکھی جس میں ہیرو اور ہیروئن ایک دوسرے کے گندے کمرے دیکھ کر آپس میں محبت میں گرفتار ہوئے ہوں اس لیے ہمیں بھی یہ رسک نہیں لینا چاہئے۔ اور وہی آئیڈیا استعمال کرنا چاہئے جو ہماری رائٹر کرتی ہیں۔

اب تم یہ ذہن میں رکھنا کہ اس کمرہ کی صفائی تمہیں پوری جی جان سے ایمان کا اوجھا نہیں پورا حصہ سمجھ کر کرنی ہے۔

ایک دن پہلے اسے فرزانہ نے فون پر ہدایات دی تھیں اور آج جب وہ دونوں وہاں پہنچی تھیں تو انہیں ناشتا پانے کا موقع بھی مل گیا تھا۔ فرزانہ نے اپنی کوکنگ کی ساری صلاحیتیں آزما ڈالیں بہت زبردست قسم کا ناشتا اس نے صرف ایک گھنٹہ میں بنا ڈالا۔

”بھئی زہرہ خالہ یہ ناشتا تو بہت ہی ماہر ہے میں تو اسے ناشتا تیار کرتے دیکھ کر حیران رہ گئی ہوں۔ کیا پھر ہے بھئی کیا سلیقہ ہے کم از کم یہ بات مجھ میں تو نہیں ہے۔“

ناشتا تیار کرنے کے بعد فرزانہ نے پکن سے نکل کر لاؤنج میں آکر کھاتھا۔

زہرہ خالہ اس کی بات پر مسکرائی تھیں۔
”وہ بھی تو شکل سے ہی بہت سکھ اور سلیقہ مند لگتی ہے۔“ ابھی وہ دونوں اس کی مدح سرائی میں مصروف تھیں کہ اس نے لاؤنج میں ڈانکنگ ٹیبل پر ناشتا لگانا شروع کر دیا۔

”فرزانہ تم بھی یاد کرو نا اس کی۔“ زہرہ خالہ نے فرزانہ کو ہدایت کی تھی۔

”خالہ وہ کرے گی آپ کو تو پتا ہی ہے میرا دل نہیں لگتا یہ اٹھا اٹھا کر چیزیں لانے اور سجانے میں۔“ فرزانہ نے دانستہ طور پر سستی کا مظاہرہ کیا۔

”رہنے دیں خالہ میں کتنی ہوں یہ تو بہت معمولی سا کام ہے۔“ ثنائے وجہ سے بچے میں نظریں جھکاتے ہوئے کہا تھا۔

”کیا غضب کی اداکاری کر رہی ہے چڑیل۔“ فرزانہ نے دل میں داد دی تھی۔ زہرہ خالہ اور متاثر ہوئی تھیں۔

”فاروق بھائی اٹھ گئے ہیں تو انہیں بھی ناشتے پر بلا لیتے ہیں۔“ فرزانہ نے کہا تھا۔

”اٹھ تو گیا ہے یہ میوزک کی آواز نہیں آرہی تم کو مگر یہاں ناشتا کہاں کرے گا تم لوگوں کے ہوتے ہوئے۔“

”مگر میں بلا کر لاتی ہوں۔“ فرزانہ زہرہ خالہ کے مزید کچھ کہنے سے پہلے ہی فاروق کے کمرے کی طرف چل پڑی تھی۔

”وہ ابھی آئے ہیں۔“ فرزانہ کچھ دیر بعد دوبارہ لاؤنج میں نمودار ہوئی تھی۔

”چھا اگر وہ اتنی رہا ہے تو پھر کچھ دیر انتظار کر لیتے ہیں کیوں نا؟“ زہرہ خالہ نے ثنائے پوچھا۔

”ٹھیک ہے خالہ جیسے آپ کہیں۔“ ثنائے اپنی ایکٹنگ جاری رکھی تھی۔

اور پھر چند لمحوں کے بعد سفید شلوار قمیض میں لمبوس آفٹر شیو لوشن سے مسکتا ہوا فاروق لاؤنج میں داخل ہوا تھا۔ ثنائے کو دیکھ کر وہ یک دم ٹھٹک گیا مگر پھر اس نے سینٹرل ٹیبل پر اپنا بریف کیس رکھا اور خاموشی سے ناشتے کی میز پر اجماع ہو گیا۔

”او بیٹا تم دونوں بھی آجاؤ!“ زہرہ خالہ ان دونوں کو دعوت دیتی ہوئی خود بھی ایک کرسی کھینچ کر بیٹھ گئیں۔

ان کی بات پر فاروق کے چائے کا کپ کھینچتے ہوئے ہاتھ ٹھٹک گئے تھے اب اس نے ڈانکنگ ٹیبل کو غور سے دیکھا تھا اور اتنے زیادہ برتنوں کا مقصد اس کے

باغ میں واضح ہوا تھا اس نے ان دونوں کو ڈانکنگ ٹیبل پر قریب آکر کرسی کھینچ کر بیٹھنے دیکھا اور پھر اس نے چائے کے کپ میں چائے ابلنا شروع کی۔

زہرہ خالہ نے باری باری مختلف چیزیں اٹھا کر اس کے سامنے رکھنا شروع کر دیں۔

”آج ناشتا ثنائے تیار کیا ہے کیا لذت ہے اس کے ہاتھ میں یہ شاہی گلزے کھا کر دیکھو۔“

زہرہ خالہ نے تعریفی پروگرام شروع کیا تھا اس نے ایک نظر اٹھا کر ثنائے کو دیکھا پھر اپنے سامنے موجود شاہی گلزوں کو پھر اس نے چائے کے کپ سے آخری دو گھونٹ لیے اور ٹیبل سے اٹھ گیا۔

”فاروق تم نے ناشتا کیوں نہیں کیا اتنی جلدی اٹھ گئے۔“

زہرہ خالہ نے اسے روکنے کی کوشش کی تھی۔

”نہیں بس مجھے چائے ہی چینی تھی مجھے کیس ہوا ہے آج۔“ اس نے بریف کیس اٹھاتے ہوئے کہا

”مزید کچھ کہے بغیر لاؤنج سے نکل گیا۔ ثنائے مایوسی سے فرزانہ کو دیکھا جس نے آنکھوں ہی آنکھوں میں اسے تسلی دی تھی۔

”خالہ یہ فاروق بھائی کا کمرہ تو بہت ہی گندا ہے۔“

”ہاں بیٹا اب میں کیا کروں وہ تو کسی چیز کو ہاتھ ہی نہیں لگانے دیتا کئی ہفتوں کے بعد ملازم بے صفائی کرواتا ہے وہ بھی خود سر پر کھڑا ہو کر۔“

”آپ فکر ہی نہ کریں خالہ آج ہم دونوں مل کر ان کا کمرہ صاف کر دیں گے اور ایسا صاف کریں گے کہ وہ خوش ہو جائیں گے۔“

فرزانہ نے خالہ کو یقین دلایا تھا۔ مگر خالہ پریشان ہو گئی تھیں۔

”نہیں بیٹا وہ پسند نہیں کرنا کہ کوئی اس کی اجازت کے بغیر کمرے میں جائے۔“

”خالہ کچھ نہیں ہو گا آپ تو فکر ہی نہ کریں صفائی کے ناپسند ہوتی ہے اور فاروق بھائی کو بھی نہیں

پسند۔“ خالہ فرزانہ کو مزید نہیں روک سکیں۔ ثنائے فاروق کے کمرے میں داخل ہوتے ہی چیخ ماری تھی۔

”اتنا گندا“ فرزانہ اتنا گندا کمرہ میں تو مرجاؤں گی صاف کرتے کرتے۔“ وہ تقریباً رودی تھی۔

”مگر صاف تو کرنا ہے تمہیں یہ سب گلو میسج کرانا ہوتی ہو یا نہیں اور ویسے افسانے کی ہر وہ نہیں بھی یہ

ت نہیں کہتیں جو تم کہہ رہی ہو۔“ فرزانہ نے کمرے سے باہر نکلے ہوئے کہا۔

”تم کہاں جا رہی ہو تمہیں نہیں کوئی میری۔؟“

”ہیروئن ہمیشہ ساری صفائی خود کرتی ہے ورنہ اسے نہیں ہو گا سمجھیں۔“ فرزانہ دروازہ بند کر کے

نکل گئی تھی۔ اس نے بے چارگی سے کمرے میں چاروں طرف

دوڑائی کرے میں ہر طرف کا ربٹ پر کچھ نہ کچھ پڑا

کیس کیسٹس کا ڈھیر یکس کے علاوہ ہر جگہ تھا

کیس اخبار اور میگزین اپنا جلوہ دکھا رہے تھے اور جو ان سے بچ گئی تھی۔ وہ فائلوں اور کاغذات کے

میں تھی۔ دھول اور مٹی کی ایک دھیرہ ہر چیز پر

موجود تھی اور اسے حیرت تھی کہ اگر یہ چیزیں استعمال ہوتی ہیں تو پھر ان پر مٹی کیسے موجود ہے۔

”کیسے کیسے گندے لوگ موجود ہیں اس دنیا میں۔“

اس نے دل میں سوچا تھا اور پھر کام پر جت گئی دو گھنٹے بعد وہ کمرے سے نکل کر لاؤنج میں آئی تھی فرزانہ زہرہ خالہ کے پاس بیٹھی گیس ہانک رہی تھی۔

”ہو گئی صفائی؟“ اسے دیکھتے ہی اس نے پوچھا تھا زہرہ خالہ بہت شرمندہ تھیں۔

”تم نے خواجہواتی تکلیف اٹھائی اس کا کمرہ تو پھر گندہ ہو ہی جاتا ہے۔“

”کوئی بات نہیں خالہ مجھے خوشی ہوتی ہے مگر کام کرنے پر۔“ بڑی میٹھی آواز میں اس نے مسکرا کر کہا تھا۔

”ذرا ایک نظر میں بھی کمرے کو دیکھ لیتی ہوں۔“ فرزانہ بتا نہیں کیوں مفلوک تھی مگر کمرے کا

دروازہ کھولتے ہی ایک آواز تھیں اس کے حلق سے برآمد ہوئی تھی۔

”بھئی تم نے تو کمال کر دیا یہ تو کچھ دیر پہلے والا کمرہ

لگ ہی نہیں رہا کی بات ہے ثنائے اس بار تمہارا کام ہو جاتا ہے وہ تمہارے سلیقے کا قائل ہو ہی جائے گا۔“

اور اس بار واقعی ان کی دعائیں اور محنت رنگ لائی تھیں۔ ایک ہفتے کے بعد فاروق کی منگنی فرزانہ سے ہو گئی تھی۔

”دیکھا میں صحیح کہتی تھی نا کہ یہ دوست واقعی مار

آستین ہوتے ہیں اب دیکھو اسے کتنی گھنی ٹنگی ہے

کتنی میسنی بن کر بیٹھی ہے ذرا خیال نہیں آیا اسے

میرے حق پر ڈاکا ڈالتے ہوئے یہ جو میری لومیسج نہیں

ہو پار ہی نا اس میں تم لوگوں کا ہی ہاتھ ہے تم لوگ

میرے ہر منصوبے کو ناکام بنا دیتے ہو تم لوگ چاہتے ہی نہیں کہ میری بھی کوئی خواہش پوری ہو۔“

ثنائے ایک گھنٹے سے وہاں دے رہی تھی اور فرزانہ شرمندہ سی سامنے بیٹھی اپنے ہاتھ میں پنی ہوئی انگوٹھی کو کھمار ہی تھی۔

”ارے کیا نہیں کیا اس بار میں نے کون سے پاپڑ

نہیں نیلے جی تو زحمت کر کے اس کا کمرہ صاف کیا ایک ماہ تک ان کے گھر جا کر ڈراما کرتی رہی اپنی آواز تک بند کر لی اپنی زبان پر قابو کر لیا مگر پھر بھی کیا فائدہ ہوا مجھے آخر میں یہ چیزیں اسے لے اڑی اور میں پھر وہیں کی وہیں ہوں۔

اب معاملہ فرزانہ کی برداشت سے باہر ہو گیا تھا۔ میں کچھ دیر پہلے تک اس متنی پر واقعی شرمندہ تھی مگر اب نہیں ہوں بار بار صفائی کی دہائی دے رہی ہو کیا صاف کیا تھا تم نے سارا کوڑا اکٹھا کر کے اس کے بیڈ کے نیچے جمع کر دیا جیسے اپنے کمرے میں کرتی ہو اس نے جو بے کار کاغذات فائلوں سے نکال کر ان کا ڈھیر لگایا ہوا تھا تم نے انہیں پھر سے اس کے کام کے کاغذات کی فائلوں میں لگا دیا بھری دوپہر میں تم نے اس کے میسر پر رکھے ہوئے پودوں کو پانی دیا اور ایک بھی پودہ ضائع ہونے سے نہیں بچا جو پودے اس نے اندر رکھے ہوئے تھے وہ اس نے باہر سے منگوائے ہوئے تھے اور انہیں ایک خاص حد سے زیادہ پانی نہیں دیا جاتا اور تم نے انہیں پانی سے بھر دیا ستیا ناس مار دیا ان کا۔

اور تمہیں کس نے کہا تھا کہ میسر پر رکھے ہوئے گملوں سے پھول توڑ کر گلہ سے بنا کر اس کے کمرے میں سجاوہ غیر ملکی پودے تھے اور سال میں ان پر ایک بار پھول آتے ہیں اور تم نے جن جن کراہیں توڑ کر کمرے میں سجا دیا۔

جو توں پر پالش کرنے کو میں نے کہا تھا اور تم نے اس کے سفید جوگز تک پر پالش پھیروی کون احمق پھیرنا ہے جوگز پر پالش اخبارات اور میگزین اٹھا کر رکھنے کی بجائے تم نے جن جن کراہیں میں سے تصویریں کاٹیں ہالی ووڈ کے ایکٹرز کی ستیا ناس مار دیا تم نے ان میگزینز کا گندے کپڑے تم نے پیٹ کر صاف کپڑوں کے ساتھ ہی الماریوں میں ٹھونس دیئے۔

اپنی حرکتوں پر شرم کرنے کی بجائے تم بڑھ بڑھ کر باتیں کر رہی ہو اس دن جب وہ واپس آیا تھا اور اپنے کمرے میں جا کر اس نے تمہارے کارناموں کو دریافت کرنا شروع کیا تو ہنگامہ مچا دیا تھا زہرہ خالہ نے

مجھے اسی وقت گھر سے بلوایا اور رات آٹھ بجے تک میں روٹی ہوئی اس کا کمرہ ٹھیک کرتی رہی تھی۔

کرشل کے جو ڈیکوریشن ہیں تم نے توڑنے کے بعد کھڑکی میں چھپائے تھے وہ بھی میں نے برآمد کر لیے تھے اور میں تو اس وقت کو کوس رہی ہوں جب میں نے اس منصوبے پر عمل درآمد شروع کیا تھا، جتنی شرمندگی مجھے زہرہ خالہ اور فاروق کے سامنے اٹھانی پڑی وہ تو میں ہی جانتی ہوں اور جو جھاڑیں مجھے اپنے گھر والوں سے کھانی پڑیں اس کی تو بات ہی کیا اور تم پھر بھی بڑی مظلوم بن رہی ہو۔

اس کی دوستوں کی ہمدردیاں یک دم فرزانہ کے ساتھ ہو گئی تھیں اب ناشرمندہ سی بیٹھی تھی۔

”میں بتا رہی ہوں تمہیں کام چوروں کی لومیرج کبھی نہیں ہوتی کام چوری اور لومیرج دو متضاد چیزیں ہیں اور ویسے بھی تمہاری لومیرج ہو ہی نہیں سکتی کون سا حربہ استعمال نہیں کیا تم نے چور اسٹر کا آئیڈیا استعمال کر لیا ہے مگر کوئی فائدہ ہوا تمہیں نہ تمہارا کوئی کزن اس قابل ہے کہ اسے قربانی کا بکرا بنایا جاسکے لوگوں کے گھر جا کر تم بری طرح خوار ہو گئیں محلے میں عزت کی وجہ سے وہاں کوئی روماس کا مکان نہیں۔

تمہارے ابا نے دوسری شادی نہیں کی کہ وہیں سے کوئی اضافی رشتہ دار برآمد ہو جاتے، لیکن فون پر روماس کا حشر تم نے دیکھ لیا، نالائق تم اتنی ہو کہ کہیں کوئی نوکری بھی تمہیں نہیں مل سکتی کہ وہیں روماس کا کوئی چانس ہوتا اپنے کالج میں کوا بجو کیشن بھی نہیں کہ وہیں سے تمہیں کوئی سہارا مل جاتا اور تمہیں تو آج تک کسی لڑکے نے چھیڑا بھی نہیں کیسی قسمت دی ہے تمہیں اللہ نے اور جو آئیڈیا ہمیشہ کامیاب رہتا ہے اسے تم نے اپنی ہڈ حرامی اور کام چوری سے گنوا دیا۔

پتا ہے فاروق نے میری صفائی دیکھ کر اپنی ماں میرے ساتھ شادی کی خواہش کا اظہار کیا تھا۔ فرزانہ کے آخری جملے پر ثناء نے بھال بھال کر کے شروع کر دیا۔

”بھائی تمہارا چھوٹے ہیں کہ انہیں کا کوئی بے چارہ دوست کام آجائے تمہیں تو بھائیوں کا بھی کوئی فائدہ نہیں اور ہمارے بھائیوں کا تو تمہیں پہلے ہی پتا ہے اس لیے بہتر ہے کہ تم یہ لومیرج کا چکر چھوڑ دو اور ویسے بھی جس طرح کی تمہاری حرکتیں ہیں تمہاری تو ارنج میج بھی ہو جائے تو تم اس پر بھی شکر ادا کرنا۔“

ثناء کی بھال بھال میں اور اضافہ ہو گیا تھا فرزانہ آج واقعی صاف کوئی کام ظاہر کرنے پر تلی ہوئی تھی۔

”ہاں صحیح کہہ رہی ہے فرزانہ تم یہ کھٹیا قسم کے شوق پالنے سے باز آ جاؤ۔ اتنی کوشش کافی تھی اب کام نہیں ہوتا تو بس چھوڑو اسے اور کوئی ڈھنگ کے کام سیکھو اور یہ بھال بھال بند کرو اپنی یہ کوئی شالا مار باغ نہیں ہے کہ تمہاری بھال بھال سن کر کوئی شہزادہ سلیم آجائے گایہ کالج کالان ہے یہاں اگر کوئی آیا بھی تو وہ پچپن سالہ مالی ہو گا جو ہمیشہ ہمیں اور خاص طور پر تمہیں یہاں سے اٹھانے آتا ہے کیونکہ تم جہاں بیٹھتی ہو وہاں کی گھاس چن چن کر توڑ دیتی ہو۔“

بند کرو اب اپنا یہ منہ۔

شازیہ نے اس بار اسے ڈانٹا تھا۔

”بہت دن وہ اداس پھرتی رہی تھی کوئی کام نہیں کر سکتی تھی ورنہ شاید خود ہی دوبارہ کوئی کوشش کرتی کام چوری کے تقاضے کا اسے پہلی بار احساس ہوا تھا لیکن صرف احساس ہی ہوا تھا اس نے عملی طور پر اپنی کام چوری ختم کرنے کی کوئی کوشش نہیں کی سارا دن خیالی ملاؤ لپکا پکا کردہ خود کو مصروف رکھتی خیر مصروف رکھنے کے کچھ اور طریقے بھی وہ استعمال کیا کرتی تھی جن میں سب سے پسندیدہ بھائیوں کی بنائی تھی۔

پھر انہیں دنوں اس کے لیے ایک رشتہ آیا تھا ای نے اس سے ذکر کیا تھا اور اس نے خاموشی سے ہاں بھری تھی جب لومیرج نہیں تو پھر ارنج میج کیس بھی ہو جائے اسے اس سے کوئی دلچسپی نہیں تھی اس کے والدین نے ہاں کر دی تھی کیونکہ رشتہ ہی اتنا اچھا تھا کہ انہوں نے غور و خوض میں بھی زیادہ وقت نہیں لیا اس کے بھائیوں میں خوشی کی لہر دوڑ گئی تھی اب وہ

بڑے اطمینان اور سکون سے اس سے بیٹھے تھے۔ ”بس ذرا صبر کرو کہ بار کے دن تھوڑے ہیں۔“

عاصم ہر دفعہ بیٹنے کے بعد گنگنا تا پھرتا۔ ثناء کے سارے خواب بکھر چکے تھے گھر میں اس کی متنی کی تیاری ہو رہی تھی اور اس نے لڑکے کے بارے میں جاننے میں کوئی دلچسپی ظاہر نہیں کی نہ ہی اسے اس کی تصویر دیکھنے کا اشتیاق ہوا تھا اسے بار بار اس لڑکے کا خیال آتا جو اسے فون کیا کرتا تھا اور جتنی بددعا میں اسے یاد تھیں وہ اسے دے چکی تھی اسے تو فون کی شکل سے بھی نفرت ہو گئی تھی۔

”کیا فائدہ ہوا فون لگوانے کا ایک وہ افسانہ نگار کی ہیروئن ہے ہمیشہ فون پر ہی روماس گر کے لومیرج کرتی ہے اور ایک یہ ہمارا کم بخت فون ہے فائدہ کوئی ہوا نہیں ہاں بل آجاتا ہے کم بخت ہر مہینے۔“

وہ جل کر ایسے سوچتی جیسے فون کی ایجاد اسی مقصد کے لیے کی گئی تھی اور جیسے PTC نے پاکستان میں فون کی شعیب کا کام اسی اعلیٰ وارفع مقصد کے لیے کیا تھا۔

”باجی آپ کا فون ہے۔“ اس شام عاصم نے اسے پکار کر کہا تھا اس نے سوچا کہ کسی دوست کا فون ہو گا کیونکہ آج کل اس کی فریڈ ز بار بار اسے فون کیا کرتی تھیں۔

”ہیلو کیا حال ہے آپ کا۔“ وہ فون پر ابھرنے والی آواز کو سن کر ساکت ہو گئی تھی پہچانے میں تاخیر نہیں ہوئی اس سے۔

”کیوں بھی خاموش کیوں ہیں ایسے اچھے کام تو نہ کیا کریں۔“ اس کی چپکتی ہوئی آواز پر اس کا خون ابلنے لگا تھا۔

”بیرا غرق ہو تمہارا ساری دنیا کی لعنت ہو تم پر کماں مر گئے تھے زمین نکل گئی تھی یا آسمان کھا گیا تھا تمہیں ذلیل کہنے۔“

”دل کو تسلی ہوئی کہ آپ وہی ہیں جنہیں ہم نے دل میں بسایا تھا کچھ اور کہتا ہوں وہ بھی کبھی ماکہ کوئی حسرت نہ رہے آپ کے دل میں۔“ دوسری طرف وہی اطمینان برقرار تھا۔

”سنو تم اب مجھے کبھی فون مت کرنا میری منگنی ہو رہی ہے اب تم سے میرا کوئی واسطہ نہیں ہے۔“
 ”واہ بھئی کیا بات ہے آپ نے تو کارنامہ کر دیا“
 مبارک ہو بھئی بہت بہت منگنی کی کوئی مٹھائی پٹھائی کھلائیں۔“ ادھر صدے کی کوئی کیفیت نہیں تھی شا کو مزید صدمہ ہوا۔

”تمہیں تو میں جوتے کھلاؤں کی اور وہ بھی درجنوں کے حساب سے ایک بار نظر تو آؤ تم۔“
 ”نظر بھی آئیں گے بھئی نظر بھی آئیں گے ایسی بھی کیا جلدی ہے مگر آپ کے پاس کوئی اچھی ڈش نہیں ہے بھئی آپ جوتے کھلاتی ہیں بھئی گولیاں کوئی change لائیں دنیا میں اور بھی اچھی چیزیں ہوتی ہیں کھانے پینے کے لیے اور مجھے تو ویسے بھی کوئی تجربہ نہیں ہے ان چیزوں کا۔“ وہ اس کی بات پر کچھ حیران ہوئی تھی۔

”کیا مطلب ہے تمہارا میں نے کب تمہیں گولیاں کھلانے کی بات کی۔“
 ”ارے یاد نہیں آپ کو آپ نے کہا نہیں تھا کہ آپ مجھے گولی مار دیں گی گتے کو مارنے کے بجائے۔“
 اس کے ہاتھ سے ٹیلیفون چھوٹے چھوٹے بجاتا تھا اسے یاد آیا کہ اسے پہلی دفعہ اس کی آواز مانوس کیوں لگی تھی یکدم وہ بے حد گھبرا گئی تھی۔
 ”چچ بچ بھئی آواز کیوں بند ہوئی کچھ کہیے جناب اپنی درختاں بروایات کے مطابق۔“ بمشکل اس کے منہ سے آواز نکلی تھی۔
 ”یہ تم ہو۔“

”بالکل جناب یہ میں ہوں آپ کا خادم آپ کا غلام۔“ وہ شوخ ہو رہا تھا۔
 ”تم نے میرا فون نمبر کیسے لیا۔“

”آپ خود ہی دے گئی تھیں یاد ہے آپ کو آپ کا بیگ گرا تھا میرے بورچ میں تب اس میں سے آپ کا کارڈ گر گیا تھا۔ اس وقت تو مجھے نظر نہیں آیا مگر آپ کے جانے کے بعد مجھے نظر آیا تھا لیکن مجھے یہ پتا نہیں تھا کہ ٹاٹا آپ ہیں یا وہ دوسری لڑکی کیونکہ ID کارڈ پر تصویر نہیں تھی۔ خیر میں نے کارڈ پر لکھے ہوئے

نمبر کو ٹرائی کرنے کی کوشش کی چند دن تو فون آپ کی اسی اٹھاتی رہیں اور میں فون بند کر دیتا مگر ایک دن آپ نے فون اٹھائی لیا اور میں نے آپ کی آواز پہچان لی تھی اس معاملے میں میرا ٹریک ریکارڈ آپ سے بہتر ہے۔

آپ نے میری آواز نہیں پہچانی مگر مجھے روائس کرنے کا شرف عطا فرما دیا جوں جوں آپ سے گفتگو کرتا رہا آپ کے عشق میں مزید گرفتار ہوتا گیا آپ کی بے وقوفی کا قین ہوں میں مجھے لگتا تھا کہ دنیا میں ایک میں ہی اکیلا بے وقوف ہوں مگر آپ سے مل کر اور پھر بعد میں باتیں کر کے اور آپ کے بارے میں مزید جان کر معلوم ہوا کہ اس بھری دنیا میں میں تنہا نہیں ہوں اور بھی دنیا میں ہیں بے وقوف بہت اچھے۔

پھر آپ کو دیکھنے آپ کے کالج بھی جاتا رہا فون پر باتیں کرنے سے مجھے یہ اندازہ تو ہو گیا تھا کہ آپ کو میرج کے شوق میں گرفتار ہیں مگر آپ اس کے لیے کیا کیا حربے استعمال کر رہی ہیں اس کا اندازہ مجھے تب ہوا تھا جب آپ نے میرے دوست کے کمرے کی صفائی کرنے کی بجائے صفایا کرنے کی کوشش کی حیران ہونے کی ضرورت نہیں ہے بھئی فاروق میرا دوست ہے پہلے مجھے پتا نہیں تھا کہ آپ نے اس کے کمرے کا جانا شروع کیا ہے میں تو ان دنوں اچانک امریکا چلا گیا تھا آپ کو بتانے کے لیے کئی بار فون کیا مگر آپ سے بات نہیں ہو پائی کیونکہ فون یا تو آپ کی اسی اٹھاتی تھیں یا آپ کے ابا سو آپ کو بتائے بغیر ہی باہر جاتا رہا جب واپس آیا تو فاروق نے اپنی منگنی کا قصہ آپ کے سلیقہ کے ساتھ سنایا تھا۔

آپ کا نام سن کر میں چونکا تھا مگر ٹاٹا اور بھی ہو سکتے تھے حالانکہ دل پکار پکار کر کہہ رہا تھا کہ ٹاٹا اور بھی ہو سکتی ہیں مگر بے وقوف ایک ہی ہے پھر جب اس نے اپنی منگیتری کی تصویر دکھائی تو میرا شک یقین میں بدل گیا تھا کیونکہ فرزانہ بھی انہیں لڑکیوں میں شامل تھی آپ کے ساتھ اس دن کتے اور انسانوں کی ریس میں شامل تھیں۔

میں نے سوچ لیا کہ اب معاملہ حد سے بڑھتا جا رہا

ہے آپ کی لو میرج کا شوق پورا کرنا ہی بڑے گا ورنہ آپ نہانے پر پتا نہیں کیا کیا ستم توڑیں۔“
 اس کی باتوں سے تپا پر گھڑوں پالی پڑتا جا رہا تھا اور وہ بولتا جا رہا تھا۔

”تو پھر میں نے اپنی اماں اور بہن سے کہا کہ وہ اس ایڈریس پر رشتہ لے کر جائیں اس کے لیے کیا بارڈر بیلنا پڑے وہ ایک الگ کہانی ہے جو آپ کو شادی کے بعد خود آپ کی ساس سادس کی۔“
 اب وہ سکتے کے عالم میں تھی۔

”مجھے اندیشہ تھا کہ کہیں آپ کے والدین کوئی گزرو نہ کر دیں مگر وہ تو آپ سے اس قدر تنگ بیٹھے تھے کہ انہوں نے ہاں کرنے میں ذرا دیر نہیں لگائی ہاں آپ کے بھائی نمبر ایک میں عظیم انسان بننے کی پوری صلاحیتیں موجود ہیں اس نے میری بہن کو ہاں کیے جانے پر آپ کے حالات زندگی اور اعمال زندگی بتانے کے ساتھ کہا تھا کہ P بھی بھی وقت ہے سوچ لیں آپ اچھے لوگ ہیں پھر نہ کہیے گا کہ ہمیں لڑکی کے بارے میں کچھ بتایا نہیں۔“

مجھے خمر ہوا تھا آپ کے بھائی پر اور میں نے تہہ کر لیا تھا کہ میں آپ سے شادی کر کے اسے آپ کے قلم و ستم سے ضرور نجات دلاؤں گا یہ اس عظیم انسان کے لیے میرا حقیر سا نذرانہ ہو گا۔

اب تو آپ کو پتا چل ہی گیا ہو گا کہ میں آپ کا ہونے والا منگیترا اور آپ کے بھائیوں کے لیے میسج ہوں اور آپ اپنے ہونے والے منگیترا کا نام تو جانتی ہی ہوں گی اپنا نام میں آپ کو بتا دیتا ہوں میرا نام سعدی ہے لیکن شیخ سعدی کے قبیلے سے میری کوئی نسبت نہیں ہے اور نہ ہی ہونے کا امکان ہے کیونکہ آپ سے شادی کے بعد تو دانتائی والی کسی بات کی توقع کی ہی نہیں جاسکتی مجھ سے۔“

”بہت خبیث انسان ہو تم اور سیدھے دونوں میں جاؤ گے۔“ ایک لمبے وقفے کے بعد وہ بولی تھی مگر اب اسے غصہ نہیں آ رہا تھا بلکہ وہ شدید قسم کی شرمندگی کے احساس سے دوچار تھی۔

”خیر تم سے شادی اتنا برا گناہ بھی نہیں ہے کہ مجھے

اس کے لیے دنوں میں جانا پڑے ویسے آپس کی بات ہے اعمال میرے جیسے ہیں ان کی بنیاد پر اللہ نے مجھے ویسے بھی دیے ہیں بھیجتا تھا تمہاری طرح۔ وہ سیدھا آپ سے تم پر آگیا تھا۔

”صرف تم نہیں تمہارے دوست بھی بڑے کینے ہیں کرشل کے دوپٹے ٹوٹ گئے میگزینز سے چند تصویریں کٹ لیں کچھ پودے خراب ہو گئے تو کیا ہوا ایسا کیا کیا تھا میں نے جس پر اس نے اتنا ہنگامہ برپا کر دیا کیا صفائی کرتے ہوئے نقصان نہیں ہو جاتا۔“

”ہاں واقعی اتنا تو نقصان ہو ہی جاتا ہے ویسے مجھے لگتا ہے کہ مجھے تمہاری صفائی کی انشورنس کروانی پڑے گی۔“

”تم خواہ مخواہ میرا مذاق اڑانے کی کوشش نہ کرو ہر بندے کو ہر کام نہیں آتا۔“

”مگر یہاں مسئلہ یہ ہے کہ تمہیں تو کوئی بھی کام نہیں آتا اور جو آتے ہیں وہ کرنے کے کام نہیں ہیں جیسے یہ لومینج کا کام۔“ تاکو اس کی بات پر بے حد شرم ہوس ہوئی تھی اس نے جھوٹ بولنا ضروری سمجھا۔

”خواہ مخواہ غلط فہمی ہے تمہیں مجھے اس قسم کا کوئی گھٹیا شوق نہیں ہے۔“

”یار اب اتنا بھی جھوٹ نہ بولو‘ فرزانہ سے کافی تفصیلی گفتگو ہوئی میری تمہاری سرگرمیوں کے بارے میں اور تمہاری کوششوں کے بارے میں اور یہ جان کر تو صدے سے مجھے ہارٹ اٹیک ہوتے ہوتے رہ گیا تھا کہ تم میرے گھر رونائس کرنے کے لیے آئی تھیں اور میری قسمت دیکھو کہ ایک کتے کی وجہ سے یہ نادار موقع میرے ہاتھ سے نکل گیا۔“

”ٹاکا دل چاہا کہ زمین پھٹے اور وہ اس میں سما جائے فرزانہ نے اسے کسی بھی صفائی کے قابل نہیں چھوڑا تھا۔“

”بھئی اگر تم چپ رہ کر شرمندہ ہو رہی ہو تو یہ کام نہ کرو بہت مشکل کام ہے یہ تم صرف وہی کام کیا کرو جو تم کر سکتی ہو شام کو میری بہن تمہیں لینے آئیں گی منگنی کی انگوٹھی پسند کروانے کے لیے تم ان کے ساتھ ضرور آنا۔“

”مجھے نہیں آتا میں اس قسم کی لڑکی نہیں ہوں۔“

”ٹاکا فوراً انکار کیا تھا۔“
”مے بلند کردار‘ باحیا‘ محنت ما آب مشقی‘ دوشیزہ مجھے واقعی یقین آگیا ہے کہ تم بہت ہی عظیم ہو اور جو کچھ میں نے تمہارے بارے میں سنا اور کہا ہے وہ واقعی غلط فہمیوں اور افواہوں پر مبنی ہے جو تمہارے حاسدین نے پھیلائی ہیں اس لیے کل شام کو آپ اپنے جلوہ کی تابانیوں سے اپنے اس حقیر غلام کو ضرور نوازیے گا۔ تاکہ اسے یقین آجائے کہ اس کی منگنی اسی خاتون سے طے ہو رہی ہے جس کی عظمت کی ایک دنیا معترف ہے۔“

اس بار وہ وہ کھلکھلائی تھی۔

”میں سوچوں گی۔“

”آج تک بھی یہ کام کیا ہے۔“

”نہیں مگر کل شام ضرور کروں گی۔“

”خدا حافظ اپنے عظیم بھائی کو میرا سلام پہنچا دینا۔“
سعدی نے شرارت بھرے انداز میں کہہ کر فون بند کر دیا۔

”ہاں ضرور سلام ہی نہیں اور بھی بہت کچھ پہنچاؤں گی میں اس آستین کے سانپ کو۔“ وہ ہنسنے لگی تھی۔

بیڈ کے نیچے سے اس نے جوتے اور بیٹ نکال لیا تھا۔

”اور میری فرینڈز کہتی ہیں کہ میری قسمت میں لومینج نہیں ہے۔“ اس نے اپنی آستینیں چڑھاتے ہوئے کہا تھا۔

”اوائے عاصم اندر آذرا۔“ اس نے وہیں سے چلا کر کہا تھا لاؤنج سے عاصم کے قدموں کی آواز کے ساتھ اس کی گنگناہٹ قریب آتی جا رہی تھی۔

”بس ذرا صبر کہ مار کے دن تھوڑے ہیں۔“
وہ بیٹ تھام کر دروازہ کھولتی ہوئی مسکرائی تھی۔

